مولانا ابوالکلام آزادؒ

بحیثیت صحافی و مفسّر

www.KitaboSunnat.com

تالیف:
عبدالرشید عراقی

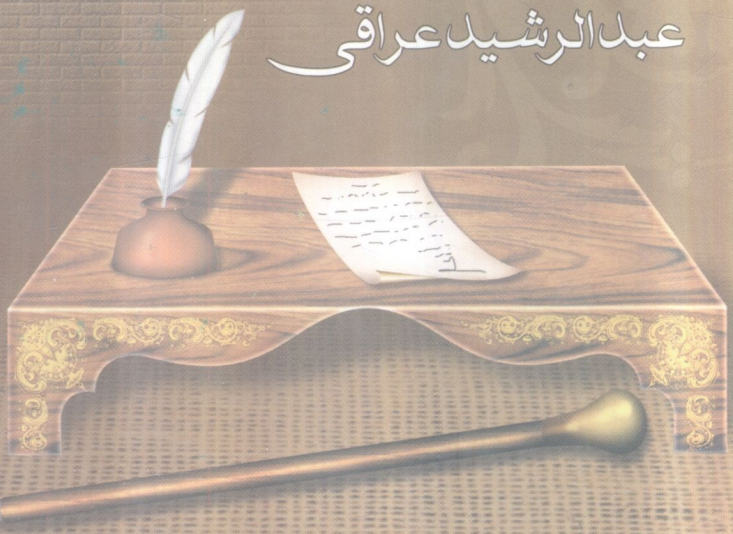

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب

مولانا ابوالکلام آزادؒ

بحیثیت صحافی و مفسر

تالیف:

عبدالرشید عراقی

سرورق

ضخیم لاہور

تاریخ اشاعت

اگست ۲۰۰۴ء

مطبوعہ

علی آصف پرنٹرز لاہور

ناشر

نعمانی کتب خانہ

لاہور

e-mail: nomania2000@hotmail.com

COPY RIGHT

All rights reserved

Exclusive rights by nomani kutab khana Lahore Pakistan. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means or stored in a data base retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالکلام آزادؒ

بحیثیت صحافی و مفسر

تالیف:
عبدالرشید عراقی

نعمانی کتب خانہ
اردو بازار لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

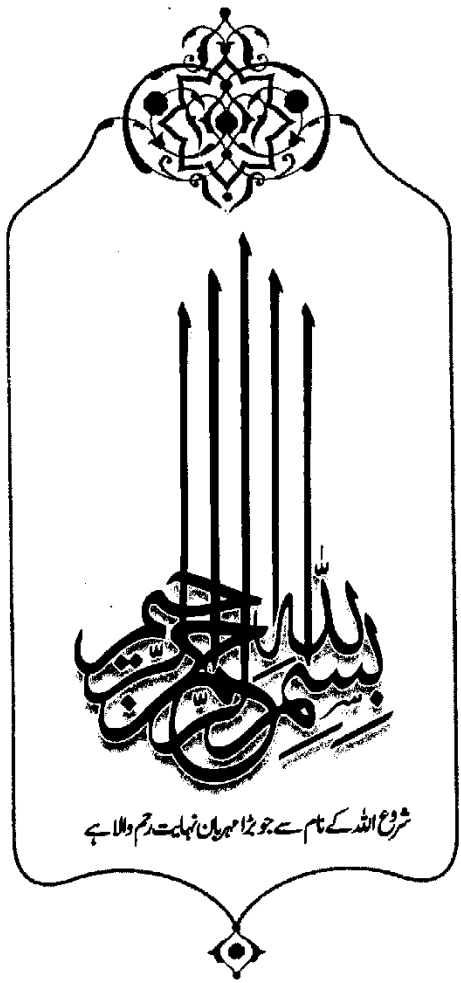

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا..... 10
انتساب..... 11
پیش لفظ..... 13
مقدمہ..... 17
تقریظ (عبدالعزیز فاروق ایم اے)..... 34
تعارف (حکیم راحت نسیم سوہدروی)..... 42

باب (۱)

مولانا ابوالکلام آزادؒ..... 48
صحافت..... 51
نیرنگ عالم..... 51
المصباح..... 52
خدنگ نظر..... 53
لسان الصدق..... 53
الندوہ لکھنؤ..... 54
اخبار وکیل امرتسر..... 56
اخبار دارالسلطنت..... 56

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوبارہ اخبار وکیل کی ادارت 57
الہلال جاری کرنے کا منصوبہ 57
الہلال 58
البلاغ 61
الہلال اور البلاغ پر نیاز فتح پوری کا تبصرہ 61
ہفت روزہ پیغام 62
الہلال کا دورِ ثانی 63
مولانا آزاد اور تحریک آزادیٔ ہند 66
مولانا آزاد اور پاکستان 66
وفات 70
مولانا آزاد بحیثیت ایک مصنف 70
معروف تصانیف 71
مختصر تعارف 71
تذکرہ 71
جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد 72
مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب 72
قولِ فیصل 73
ترجمان القرآن 73
کاروانِ خیال 74
غبارِ خاطر 74
مولانا آزاد کی تصانیف 75
غیر مطبوعہ تصانیف 77
مولانا محمد مستقیم سلفی 81

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفصیل کتب 82
خطباتِ آزاد 82

باب (۲)

مولانا ابوالکلام آزاد کی قرآنی بصیرت 85
ترجمان القرآن خود مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر میں 85
ترجمان القرآن مولانا سید سلیمان ندوی کی نظر میں 86
ترجمان القرآن مولانا محمد حنیف ندوی کی نظر میں 87
ترجمان القرآن مولانا غلام رسول مہر کی نظر میں 88
ترجمان القرآن مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی نظر میں 89
ترجمان القرآن سید اصغر بخاری کی نظر میں 90
مولانا ابوالکلام آزاد کی قرآنی بصیرت 91
قرآن مجید سے متعلق مولانا آزاد کی تصانیف 91
تفسیر سورۃ فاتحہ 94
عبادت کی شرعی اہمیت 99
معجزہ کی حقیقت 100
تکمیل شریعت کا اثبات اور تقلید جامد کی مذمت 104
سورۃ توبہ کے تشریحی نوٹ 105
قرآن کریم کی دعوتِ امن 108
عورتوں کے خلاف مکر وفریب کا پروپیگنڈا 110
قرآن کی دعوتِ توحید 115
دعوتِ وحی علم وبصیرت ہے 116
واقعہ افک 117
اسلام اور جزیہ 122

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ صلاح الدین یوسف 123
مولانا محمد صادق خلیل 123
مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ 123
مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ 124
ڈاکٹر محمد لقمان سلفی 124
مولانا سید مودودیؒ 125
مولانا ابوالکلام آزادؒ 125
زکوٰۃ کا نظامِ شرعی 128
کتابیات 137

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہانِ اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے
(ظفر علی خانؒ)

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے فرمایا

افسوس ہے کہ زمانہ میرے دماغ سے کام لینے کا کوئی سامان نہ کر سکا۔ غالب کو تو صرف اپنی ایک شاعری کا رونا تھا۔ معلوم نہیں میرے ساتھ قبر میں کیا کیا چیزیں جائیں گی۔

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

مولانا غلام رسول مہر مرحوم کے نام

جو مولانا ابوالکلام آزاد سے ۱۹۱۳ء میں متعارف ہوئے تھے اور ۱۹۱۴ء میں لاہور میں پہلی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا مہر مولانا آزاد کے صرف پیرو ہی نہ تھے، وہ علم و فضل میں ان کے جانشین بھی تھے۔ وہ ان کے افکار و نظریات کے شارح اور سیرت نگار بھی تھے۔

مولانا آزاد سے ان کی محبت حب للہ کی مثال تھی اور اسی محبت کی بدولت وہ مولانا کے نیازمندوں کے محبوب و ممدوح بن گئے تھے۔

(عبدالرشید عراقی)

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مولانا ابوالکلام آزاد کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ایک عظیم المرتبت عالم دین، بلند پایہ مفکر و مدبر، صاحب فہم و بصیرت اور تحریک آزادی کے میر کارواں تھے۔ فضائل و مکارم اور علم و فضل کا پیکر تھے اور علم و فضل کے ہر شعبے میں ان کو یگانہ حیثیت حاصل تھی۔ جو کچھ لکھتے تھے۔ اس کی شان سب سے الگ ہوتی تھی اور علم و عمل کے دائرے میں ان کا یہ امتیاز یگانگی برابر قائم رہا۔ ان کی ہمہ گیر شخصیت علم و کمال کی ان تمام بلندیوں سے آشنا تھی جو کسی بھی انسان کے لئے سرمایۂ افتخار ہو سکتی ہیں۔

مولانا آزاد کو اللہ تعالیٰ نے حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ مولانا مہر مرحوم نے لکھا ہے کہ وہ اپنے حافظے کے لحاظ سے قدرت کا ایک عجوبہ تھے۔ قرآن مجید اور احادیث یا خاص مذہبی کتابوں کے سوا انہیں بیشتر علمی و ادبی کتابیں زیادہ سے زیادہ صرف ایک مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہوا لیکن ۳۰۔۳۵ سال بعد تک انہیں یہ بھی یاد تھا کہ جو مطلب وہ بیان فرما رہے ہیں، وہ اصل کتاب کے بائیں یا دائیں جانب کے صفحے پر کس حصے میں درج ہے۔

مولانا دنیا کی ان چند عظیم شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے اپنی تبحر علمی اور اپنے جامع الکمالات ہونے کا عالم اسلام کی عظیم علمی و سیاسی اکابرین سے اعتراف کرایا۔ ان جیسا ذہین، طباع، سحر قلم اور آتش بیاں مقرر و خطیب صدیوں میں پیدا ہوتا ہے اور ان کا شمار ان برگزیدہ نفوس میں ہوتا ہے جن کو ندرتِ ذوق و فکر اور قدرتی بخشائش کی فراوانی نے صف عام سے الگ اور مستثنیٰ قرار دے دیا ہو۔

مولانا آزاد جیسا بلند پایہ خطیب صدیوں سے پیدا نہیں ہوا۔ بقول ڈاکٹر عابد حسین اس صدی کے شروع میں ہندوستان کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے اور ان کے مردہ دلوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے تین آوازیں بلند ہوئیں۔ ایک اقبال کی بانگ درا، ایک محمد علی کا نعرۂ تکبیر اور ایک ابوالکلام کا رجز حریت۔

مولانا عزم و استقلال کا پہاڑ تھے۔ اخلاقیات مولانا کے افکار کی روحِ رواں ہے۔ ان کا دل و دماغ بڑا متوازن تھا۔ وہ ایک پہاڑ کی مانند تادمِ مرگ اپنے اصول پر قائم رہے اور نصف صدی تک ملک کی قیادت کرتے رہے۔ وقت کے سخت سے سخت طوفان گزر گئے اور مخالف آندھیوں کے زبردست جھونکے چلے لیکن ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ ہوسکی۔

مولانا ابوالکلام کی زندگی ایک فرد کی زندگی نہیں پورے ایک عہد کی داستان ہے۔ مولانا ایک خاص ذہن اور دماغ کے ساتھ صحافت کے آسمان پر اس وقت طلوع ہوئے جب ہماری فضائے ادب روشن اور تابناک ستاروں سے مزین تھی۔ اردو کے عناصر خمسہ میں حالی، شبلی اور نذیر احمد زندہ تھے۔

مولانا نے ۱۳ برس کی عمر میں صحافت کی وادی میں قدم رکھا۔ انہوں نے مختلف رسائل و جرائد میں کام کیا۔ بعض رسائل کے مدیر اور بعض کے معاون مدیر رہے اور بعض رسائل و جرائد ان کی ذاتی ملکیت تھے۔ وہ جہاں کہیں بھی رہے، ان کا نصب العین اور مطمح نظر ہمیشہ بلند رہا۔ بقول مالک رام مولانا کی یہی خواہش اور کوشش رہی کہ ''صحافت کو ملک و ملت کی بہتری اور بہبودی، خدمت گزاری اور خیر خواہی کا وسیلہ بنایا جائے۔'' صحافت میں ان کا کردار بہت بلند تھا۔ ان کی صحافت پاک صاف اور منزہ تھی، آج کی صحافت کی طرح نہیں تھی۔

جن لوگوں نے الہلال اور البلاغ کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس بات کی شہادت دیں گے کہ مولانا کی صحافت بڑی اعلیٰ و ارفع تھی۔ برطانوی سامراج کے خلاف آپ نے جس جرأت، بیباکی اور حق گوئی کا مظاہرہ کیا۔ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

مولانا کی سیاسی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور ۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۵ء ہے جبکہ ان کی عمر ۱۸ سے ۲۸ سال کی تھی اور وہ مسلم حب الوطنی، عالمگیر اخوت و اتحادِ اسلامی کے قائل تھے۔ پہلے اور دوسرے دور میں تقریباً چار سال کا وقفہ ہے یعنی ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۹ء جب وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رانچی میں جلاوطن اور بعد میں زیرحراست رہے۔اس چار سالہ مدت میں آپ تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ دوسرا دور ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۳ء ہے۔ اس دور میں مولانا تحریک خلافت اور تحریک ترکِ موالات کے رہنما کی حیثیت سے ابھرے۔ جمعیتہ العلماء ہند قائم ہو چکی تھی اور اس کے قیام میں مولانا کی ذات کو بھی دخل تھا۔اس جماعت سے بھی مولانا کی وابستگی رہی۔

تیسرا دور ۱۹۲۳ء تا ۱۹۵۸ء یعنی ان کی عمر ۳۵ سال سے انتقال تک۔اس دور میں مولانا متحدہ ہندوستانی قومیت کے علمبردار اور قومی قیادت کے صف اول کے رہنماؤں میں شامل رہے۔

مولانا نے ۷۰ برس کی عمر پائی۔ ان کی زندگی کے ابتدائی ۳۵ سال انہوں نے تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ، صحافت و ادارت، شعر و شاعری، مسلمانوں کی فلاح کے لئے کوششیں، اسلامی حب الوطنی اور اسلامی اتحاد کی سیاست میں صرف کئے۔آخری ۳۵ سال مولانا نے بڑی جرأت اور بیباکی کے ساتھ کانگرس کی قیادت، ہندو مسلم اتحاد اور قوم سازی میں صرف کر دیئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد جامع الکمالات تھے۔ ان کے علم وفضل، فہم وبصیرت اور تبحر علمی کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔علامہ نیاز فتح پوری نے اپنے ایک مضمون میں مبنی برحقیقت لکھا ہے کہ

> اگر وہ عربی شاعری کی طرف توجہ کرتے تو متنبی اور بدیع الزمان ہوتے اگر وہ محض دینی اور مذہبی اصلاح اپنا شعار بنا لیتے تو اس عہد کے ابن تیمیہ ہوتے۔ اگر محض علومِ حکمیہ کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے تو ابن رشد اور ابن طفیل سے کم درجہ کے متکلم و فیلسوف نہ ہوتے۔اگر وہ فارسی شعر و ادب کی طرف متوجہ ہوتے تو عرفی و نظیری کی صف میں انہیں جگہ ملتی۔ اگر وہ تصوف اور اصلاحِ اخلاق کی طرف مائل ہوتے تو غزالی اور رومی سے کم نہ ہوتے اور اگر وہ مسلک اعتزال اختیار کرتے تو دوسرے واصل بن عطا ہوتے۔

اس کتاب کے بابِ اول میں مولانا کی صحافت اور ان کی تصانیف اور تحریک آزادیٔ ہند پر ان کی سعی و کوشش اور خدماتِ جلیلہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ باب دوم مولانا کی قرآنی بصیرت سے متعلق ہے اور اس سلسلہ میں آپ نے اپنی بے نظیر تفسیر ''ترجمان القرآن'' میں جو رموز و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نکات بیان فرمائے ہیں، اس کا کچھ انتخاب ترجمان القرآن سے پیش کیا گیا ہے۔

راقم برادرم ملک عبدالعزیز فاروق ریٹائرڈ ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ حکومت پاکستان اور برادرم پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی کا شکرگزار ہے کہ انہوں نے اس کتاب پر تقریظ اور تعارف لکھ کر کتاب کی افادی حیثیت میں اضافہ کیا ہے اور راقم محترم ضیاء الحق نعمانی صاحب کا بھی ممنون ہے کہ انہوں نے اپنے اشاعتی ادارہ نعمانی کتب خانہ لاہور سے شائع کر کے راقم کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

عبدالرشید عراقی
سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالہ
۲۸ مئی ۲۰۰۳ء

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

مولانا ابوالکلام آزاد ایک نادرِ روزگار شخصیت کے مالک تھے اور ایسے گوناگوں اوصاف ومحاسن کسی ایک وجود میں بہت ہی کم جمع ہوتے ہیں۔ انہوں نے زندگی کے اتنے دائروں میں انتہائی مقام حاصل کیا، جن کا حصر مشکل ہے۔

مولانا اپنے علمی تبحر اور فضل وکمال کے ساتھ جامع الکمالات اور متنوع الصفات کے حامل تھے۔ وہ بیک وقت مفسر قرآن بھی تھے اور محدث بھی، وہ مؤرخ بھی تھے اور محقق بھی، متکلم بھی تھے اور فلسفی بھی، وہ مجتہد بھی تھے اور فقیہ بھی، وہ شاعر بھی تھے اور نثر نگار بھی، وہ نقاد بھی تھے اور مبصر بھی، وہ دانشور بھی تھے اور ادیب بھی، وہ سیرت نگار بھی تھے اور اس کے ساتھ ایک عظیم سیاستدان بھی تھے۔ وہ خطیب بھی تھے اور مقرر بھی، اور سب سے بڑھ کر ایک اعلیٰ پایہ کے مصنف بھی تھے اور بلند پایہ صحافی بھی۔

غرض ان کے قلم کی جولانیوں سے کوئی میدان بھی محروم نہیں رہا۔ ادب و تاریخ کا میدان ہو یا تاریخ وسیر کا، سیاسی موضوعات ہوں یا دقیق علمی وتحقیقی بحثیں، فلسفہ کا موضوع ہو یا جغرافیہ کا، ادب وتنقید کا میدان ہو یا شعر وسخن کا، ہر موضوع پر ہر وقت ان کا اشہب قلم یکساں جولانی دکھاتا تھا اور ان سب تخلیقات میں مولانا کی شخصیت قوس وقزح کی طرح نمایاں رہتی ہے۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔ بقول مولانا غلام رسول مہر ''صلاحیت، حفظ واستحضار کے لحاظ سے وہ قدرت کا ایک عجیب وغریب نشان تھے۔ بے تکلف کہا جاسکتا ہے کہ جو کچھ پڑھتے تھے، دماغ کے مختلف خانوں میں حسن ترتیب سے چنتے جاتے تھے۔ ہر خانہ ضرورت کے وقت خود بخود کھل جاتا اور جو شے چاہتے اٹھا لیتے۔ تذکرہ انہوں نے حافظے کی بنیاد پر مرتب فرمایا تھا۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الہلال

مولانا ابوالکلام آزاد ایک عظیم صحافی تھے۔ تیرہ برس کی عمر میں صحافت کے میدان میں قدم رکھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں آسمانِ صحافت پر ایک روشن ستارہ بن کر چمکے۔ المصباح، لسان الصدق، الندوہ اور اخبار وکیل امرتسر آپ کے علمی و ادبی تبحر کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو آپ نے کلکتہ سے ہفت روزہ الہلال جاری کیا اور الہلال کا اجراء مختلف حیثیتوں سے اردو صحافت میں ایک نیا باب تھا۔ یہ صحیح معنوں میں ہماری سیاسی، ادبی، علمی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔

الہلال عصری صحافت میں محض ایک اخبار کا اضافہ نہ تھا بلکہ درحقیقت وہ اپنی ذات میں ایک مستقل تحریک تھا جس نے طوفانِ حوادث میں اسلامیانِ عالم اور بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی ناخدائی کا فریضہ انجام دیا۔

الہلال محض ایک اخبار نہیں دراصل ایک صورِ قیامت تھا جس نے مردہ دلوں میں روح پھونک دی۔ جو شعلہ قیامت سرد ہو رہا تھا، اس کو بھڑکا دیا۔ ابوالکلام آزاد نے الہلال کے ذریعہ کلمہ حق بلند کیا اور جرأت، حق گوئی و راست بازی کی وہ مثال قائم کی ہے جو ہماری صحافت کی تاریخ میں بالکل نئی ہے۔

الہلال کی امتیازی خصوصیت مولانا آزاد کے طرزِ تحریر، کی ہدائت، نئی زبان اور علومِ اسلامیہ پر ان کی گہری نظر تھی۔

مولانا محمد علی جوہر نے فرمایا تھا۔

میں نے لیڈری ابوالکلام کی نثر اور اقبال کی شاعری سے سیکھی۔

اور مولانا حسرت مولانا آزاد کی نثر سے اتنے متاثر ہوئے تو ان کو یہ کہنا پڑا۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

سجاد انصاری مرحوم اپنی کتاب ''محشر خیال'' میں لکھتے ہیں۔

میرا عقیدہ ہے اگر قرآن نازل نہ ہو چکا ہوتا تو ابوالکلام کی نثر اس کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منتخب کی جاتی یا اقبال کی نظم۔ میرے نزدیک اقبال اور ابوالکلام آزاد حقیقی معنوں میں فوق البشر ہیں۔

الہلال نے ہندوستانی مسلمانوں کے معتقدات میں ایک عظیم انقلاب برپا کرنے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ بیگم ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم لکھتی ہیں۔

یہ اخبار مسلمانانِ ہند کی انقلابی سیاست کا آئینہ دار تھا۔ مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے ملکی اور بین الاقوامی امور کی آزاد ترجمانی کا شرف اس کو حاصل تھا چنانچہ ترکی کے جدید انقلابات، طرابلس اور بلقان کی لڑائیوں کے واقعات اور پھر جنگ عظیم میں ترکی کی حکمت عملی کے متعلق الہلال میں طویل بحثیں موجود ہیں۔

اسی طرح ملکی سیاست میں مسلم لیگ اور کانگرس کے جھگڑے، حقوق و مراعات کے قصے اور انگریزوں کی ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی تشریحیں بھی الہلال کے اوراق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تعلیمی معاملات میں ندوہ اور علی گڑھ کی سرگرمیاں اور ان میں سرکار پرستوں کی دسیسہ کاریاں بھی الہلال نے اچھی طرح کھول کر واضح کی ہیں۔ (ابوالکلام آزاد مرتبہ عبداللہ بٹ ص ۹۲)

الہلال میں مذہب، تاریخ و سیر، معاشیات، عمرانیات، سوانح، سیاسیات، جغرافیہ، ادب، فلسفہ اور حالاتِ حاضرہ پر اعلیٰ معیار کے مضامین شائع ہوتے تھے۔

بقول مولانا امداد صابری

مولانا ابوالکلام آزاد سیاست اور مذہب کو علیحدہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ دونوں کو ایک جان دو قالب قرار دیتے تھے۔ ان کا نظریہ یہ تھا، نہ تو گورنمنٹ پر اعتماد کیجئے اور نہ غیر اللہ کی اطاعت کیجئے۔ ان کے نزدیک اسلام کے بنائے ہوئے اصولِ توحید پر ایمان، خیر الامم ہونے کا احساس، عدل و اعتدال، صلح و امن، نیکی کی حفاظت، فساد کی روک تھام کے لئے سعی کرنی چاہئے اور شخصی اقتدار کو قطعاً تسلیم نہیں کرنا چاہئے۔ وہ اعلاء کلمۃ الحق پر کاربند ہونے کی تلقین کرتے تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جبروتی و طاغوتی طاقت وقوت کے سامنے جھکنے کو اسلام کے خلاف سمجھتے تھے۔ حق وصداقت کے لئے جہاد کرنا، ظلم واستبداد کے خلاف آواز اٹھانے کو عین اسلام قرار دیتے تھے اور اس کی علی الاعلان تبلیغ کرتے تھے اور مسلمانوں کی ہدایت کے لئے احکام الٰہی کی اہمیت کو ذہن نشین کراتے تھے۔ مولانا آزاد ہر اس بات کی مخالفت کرتے تھے جو جابر وظالم حکومت کے زیر سایہ ہو۔ جو شخص حکومت کی بے جا حمایت کرتا تھا اور ملک وملت کے مفاد کو اپنے مفاد پر قربان کرتا تھا۔ اس کو انسانیت، مذہب اور قوم وملت کا بدترین دشمن سمجھتے تھے۔ الہلال میں مولانا آزاد نے اپنے ان ہی انقلابی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ الہلال کی ہر ہر سطر اور ہر لفظ انقلاب کی دعوت دیتا ہے۔

مولانا نے الہلال کے ذریعہ ملت اسلامیہ کو بے شمار رکاوٹوں کی نشاندہی کی اور ناگزیر مشکلات کے مقابلہ کی سکت اور برداشت کی توانائی پیدا کی۔ الہلال درحقیقت نالہ جرس تھا۔ لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا رہا۔

(امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد ص ۶۳)

الہلال برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی، دینی اور سیاسی زندگی کا ایک اہم موڑ بھی ہے۔ مولانا کا راسخ عقیدہ یہ تھا کہ اسلام محض ایک ذہنی تصور اور عقائد وعبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ انسانی زندگی کے لئے ایک مکمل قانون ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔

اسلام انسان کے لئے ایک جامع اور مکمل قانون لے کر آیا اور اسلامی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کے لئے وہ حکم نہ ہو، وہ اپنی توحید میں نہایت غیور ہے اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی چوکھٹ پر کھیلنے والے کسی دوسرے دروازے کے سائل بنیں۔ مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیاوی، حاکمانہ ہو یا محکومانہ، وہ ہر زندگی کے لئے اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتا۔ وہ خدا کی آواز اور اس کی تعلیم گاہ کا حلقہ درس ہے۔ جس نے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا ہے وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین، حق الیقین، نور و کتاب مبین، تبیانا من کل شئی، بصائر للناس، ہادی، ہدیٰ الی السبیل جامع، اضراب و امثال، بلاغ للناس، حاوی بحر و بر اور اس طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے۔ اکثر موقعوں پر کہا ہے کہ وہ ایک روشنی ہے اور جب روشنی نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہو خواہ سیاسی۔

(الہلال ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء)

انگریز کی شروع ہی سے یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے تمدن سے بیگانہ کر دیں۔ ہندوستان میں بھی انگریزوں نے یہ کوشش کی کہ مسلمان نوجوانوں کو ان کی تہذیب اور تمدن سے دور کیا جائے۔

مولانا آزاد نے محسوس کیا کہ اگر مسلمانوں سے ان کی دینی غیرت اور ان کی تہذیب رخصت ہوگئی تو ان پر ضلالت و گمراہی کے بادل چھا جائیں گے اور ان کی سلفی روایات زیر زمین چلی جائیں گی۔ اگر مسلمانوں نے اپنی سلفی روایات کو یاد رکھا اور اعتصام بحبل اللہ المتین کو اپنا نصب العین بنایا تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے اور ان کی گزشتہ عظمت ان کو دوبارہ حاصل ہو جائے گی۔

اس سلسلہ میں مولانا لکھتے ہیں کہ

الہلال کا مقصد اصلی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ مسلمانوں کو ان کے تمام اعمال و معتقدات میں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور خواہ تعلیمی مسائل ہوں خواہ تمدنی، سیاسی ہوں، خواہ کچھ اور وہ ہر جگہ مسلمانوں کو صرف مسلمان دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کی صدا صرف یہی ہے کہ **تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم** اس کتاب کی طرف آؤ جو ہم اور تم دونوں میں مشترک ہے اور جس سے کسی کو اعتقاد و انکار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔

(الہلال ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء)

الہلال کی دعوت کے عنوان سے مولانا لکھتے ہیں کہ

الہلال کا دائرۂ بحث تو صرف ایک ہی ہے یعنی احیاءِ تعلیم اور اتباع ما جاء بہ القرآن کی دعوت، ساتھ ہی اس کا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن خدا کی کتاب ہے اور اس کا دعویٰ قابل تسلیم ہے تو مسلمانوں کی تعلیم، پالیٹکس، اخلاق، تمدن جو کچھ ہے، اس کے اندر ہے۔

(الہلال ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء)

مولانا نے اپنے ایک دوسرے مقالہ میں لکھا ہے کہ الہلال کی دعوت صرف یہی ہے۔

''دعوت الی القرآن اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر''

مولانا لکھتے ہیں کہ

الہلال نے صرف یہی ایک صدا بلند کی کہ

یا ایھا الذین امنو اطیعو اللہ و رسولہ و لا تولوا عنہ و انتم تسمعون (۸۔۳۱)

''مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسولؐ کے لائے ہوئے حکموں پر عمل کرو اور اس کی طرف سے منہ نہ موڑو اور تم اس کی بھیجی ہوئی آیتیں سن رہے ہو۔''

کیونکہ اس کو یقین ہو گیا کہ جب تک مسلمانوں کے اعتقادات و اعمال مذہبی کی اصلاح و درستگی نہ ہوگی۔ اس وقت تک کوئی سعی مفید نہیں ہو سکتی۔

(اذکار آزاد مرتبہ شیخ قمر الدین ص ۳۶)

الہلال نے دعوت الی القرآن اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کی اس طرف توجہ بھی مبذول کرائی۔ اگر آپ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے انحراف کیا تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا فرماتے ہیں

آج تک ان تمام ناکامیوں کی علت حقیقی یہ رہی ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال کو زندگی کی کسی شاخ کو ''سلطان قرآن'' کے ماتحت نہیں رکھا اور جب کبھی کوئی تحریک شروع کی یا اپنے لئے کسی پالیسی کا پروگرام مرتب کیا تو قرآن کریم کو اس طرح بھولے رہے گویا اس کا نزول تاریخ عالم کا کوئی واقعہ ہے ہی نہیں۔

(الہلال ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

مسلمانوں کے زوال اور تنزلی کے اسباب کے سلسلہ میں مولانا لکھتے ہیں کہ

مسلمانوں کے تمام موجودہ امراض کی اصلی علت جس نے مختلف عوارض کی شکلیں اختیار کر لی ہیں۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے تعلیم الٰہی کے ''عروۃ الوثقیٰ'' کو چھوڑ دیا ہے اور اس کے ساتھ مہلک بد پرہیزی یہ ہے کہ سعی و اصلاح و ترقی کا جو قدم اٹھایا۔ وہ مذہب سے الگ ہو کر اٹھایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صحت و تندرستی ہی سے محروم ہو گئے۔

(الہلال ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

قرآنی تعلیم سے انحراف موجب فلاح نہیں ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ

قرآن کریم صرف نماز اور روزے کے فرائض بتلانے ہی کے لئے نازل نہیں ہوا بلکہ وہ انسانوں کے لئے ایک کامل و اکمل قانون فلاح ہے جس سے انسانی زندگی کی کوئی شے باہر نہیں۔ پس مسلمانوں کی ہر وہ پالیسی اور ہر وہ عمل جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہوگا، ان کے لئے کبھی موجب فوز و فلاح نہیں ہو سکتا۔

(الہلال ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

البلاغ

الہلال کو حکومت نے بند کر دیا تو مولانا نے نومبر ۱۹۱۵ء میں البلاغ جاری کیا جس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الہلال ہی کی جھلک ہے۔اس کے پہلے شمارے میں مولانا نے لکھا۔

اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل واسباب پر حاوی و جامع ہو تو اس کو بتایا جا سکتا ہے کہ علمائے حق و مرشدین صادقین کا فقدان اور علمائے سوء مفسدین دجالین کی کثرت۔

ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیلا

پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملہ میں اعلان کیا ہے تو اس کو امام مالکؒ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہئے کہ

لا یصلح اخرھن الامۃ الابھا صلح بہ اولہ

یعنی امت مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہو سکے گی تاوقتیکہ وہی طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن حکیم کے اصلی وحقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کئے جائیں۔

(البلاغ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء)

الہلال اور البلاغ کی دعوت کے نتائج

الہلال اور البلاغ کی دعوتِ قرآنی کے جو نتائج رونما ہوئے، اس پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔علامہ سید سلیمان ندویؒ جو اپنے علمی تبحر اور جامع الکمالات ہونے کی وجہ سے عالم اسلام کی ایک نادرہ روزگار شخصیت تھی، الہلال کی خدمت قرآن کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق مولانا ابوالکلام آزاد کے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' نے پیدا کیا اور جس اسلوب بلاغت، کمالِ انشا پردازی اور زورِ تحریر کے ساتھ انہوں نے انگریزی خواں نوجوانوں کے سامنے قرآن پاک کی آیتوں کو پیش کیا، اس نے ان کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان و یقین کے نئے دروازے کھول دیئے اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معانی و مطالب کی بلندی اور وسعت کو پوری طرح نمایاں کر دیا۔

(معارف اکتوبر ۱۹۳۲ء)

فضل الدین احمد مولانا کی کتاب ''تذکرہ'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ

الہلال کا سب سے بڑا کارنامہ جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا، وہ پائیدار مذہبی انقلاب ہے جو یکا یک ملائیں مسلمانوں میں اس کی دعوتِ حق سے پیدا ہو گیا۔ لاکھوں کروڑوں مسلمان ہمیشہ قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں مگر قرآن کی اصلی حقیقت سب سے پہلے اسی نے آشکارا کی اور یکا یک سب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ ہماری دینی و دنیاوی ترقی کی صرف وہی راہ صحیح ہو سکتی ہے جو اس کی رہنمائی سے کھلی ہو۔ رسمی طور پر یہ بات پہلے بھی کہی جاتی تھی لیکن اس طرح کسی نے نہیں بتلائی تھی کہ جاہل سے لے کر عالم تک سب کے دلوں کو مسحور کر لے اور سب بے اختیار ہو کر اس کی طرف کھنچ جائیں۔ اس نے نہ صرف اس کی پکار بلند کی بلکہ قومی زندگی کی ہر بات میں قرآن کی تعلیم دنیا کے سامنے پیش بھی کر دی اور ہر طرف سے ہٹا کر قوم کو صرف مذہب کی سچی راہ پر لگا دیا۔ سیاست، معاشرت یا تعلیم، ساری باتوں کی اصلی بنیاد صرف مذہب اور قرآن کی تعلیم قرار پا گئی، گو ابتداء میں بہت سے لوگوں نے مخالفتیں بھی کیں لیکن رفتہ رفتہ سب نے اس کے آگے سر جھکا دیا اور آج تمام مسلمانوں پر جو رنگ چھایا ہوا ہے، خواہ اس کا ظہور سیاسی مذاہب میں ہو یا کسی دوسری شکل میں، سب چل رہے ہیں اسی راہ پر۔ (تذکرہ ابوالکلام آزاد)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ

مولانا نے الہلال اور البلاغ کے ذریعہ ایک دعوت دی۔ اس دعوت کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا دعوتِ جہاد فرمایا کرتے تھے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ صرف دعوتِ جہاد ہی نہیں تھی بلکہ دعوتِ انقلاب تھی۔ مسلمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے جس فرض کو بھول گئے تھے، اس فرض کو مولانا نے یاد دلایا اور اس کے لئے قرآن مجید کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پر نہایت زور دیا۔

(مولانا ابوالکلام آزاد، شخصیت اور علمی کارنامے ص ۴۳)

ترجمان القرآن

ترجمان القرآن مولانا آزاد کا عظیم علمی کارنامہ ہے اور یہ قرآن مجید کی عدیم النظیر تفسیر ہے۔ مولانا کو یہ تفسیر دو مرتبہ لکھنی پڑی۔ پہلی دفعہ جب مولانا تفسیر مکمل کر چکے تھے اور طباعت کا انتظام ہو رہا تھا کہ حکومت نے آپ کو گرفتار کر لیا اور اس کے ساتھ آپ کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ تمام کتابوں کے مسودے بھی پولیس اپنے ساتھ لے گئی جن میں ترجمان القرآن کا مسودہ بھی تھا۔ رہائی کے بعد جب مولانا نے اپنے مسودوں کی واپسی کے لئے حکومت سے رابطہ کیا اور حکومت نے جو کاغذات وغیرہ واپس کئے تو محض اوراقِ پریشاں کا ایک ڈھیر تھا۔ نصف سے زیادہ اوراق ضائع ہو چکے تھے۔

مولانا لکھتے ہیں کہ

> یہ میرے صبر و شکیب کے لئے زندگی کی سب سے بڑی آزمائش تھی لیکن میں نے کوشش کی کہ اس میں بھی پورا اتروں۔ یہ سب سے زیادہ تلخ گھونٹ تھا جو جام حوادث نے میرے لبوں سے لگایا لیکن میں نے بغیر کسی شکایت کے پی لیا البتہ اس سے انکار نہیں کرتا کہ اس کی تلخی آج تک گلوگیر ہے۔
>
> رگ و پے میں جب اترے زہرِ غم تب دیکھئے کیا ہو
> ابھی تو تلخیٔ کام و دہن کی آزمائش ہے

(دیباچہ ترجمان القرآن ص ۳۷)

ترجمان القرآن کی از سرِ نو ترتیب

مولانا لکھتے ہیں کہ

اب ترجمان القرآن اور تفسیر کی ہستی اس کے سوا ممکن نہ تھی کہ از سرِ نو محنت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے لیکن اس حادثے کے بعد طبیعت کچھ اس طرح افسردہ ہوگئی کہ ہر چند کوشش کی مگر ساتھ نہ دے سکی۔ میں نے محسوس کیا کہ حادثے کا زخم اتنا ہلکا نہیں کہ فوراً مندمل ہو جائے۔

کئی سال گزر گئے مگر میں اپنے آپ کو اس کام کے لئے آمادہ نہ کر سکا۔ بارہا ایسا ہوا کہ ترجمہ وتفسیر کے بچے کھچے اوراق نکالے مگر جونہی برباد شدہ کاغذات پر نظر پڑی، طبیعت کا انقباض تازہ ہوگیا۔ دو چار صفحے لکھ کر چھوڑ دینا پڑا۔

لیکن ایک ایسے کام کی طرف سے جس کی نسبت میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کے لئے وقت کا سب سے زیادہ ضروری کام ہے ممکن نہ تھا کہ زیادہ عرصہ تک طبیعت غافل رہتی۔ جس قدر وقت گزر جاتا تھا، اس کام کی ضرورت کا احساس میرے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا تھا۔ میں محسوس کرتا تھا کہ اگر یہ کام مجھ سے انجام نہ پایا تو شاید عرصے تک اس کی انجام دہی کا سامان نہ ہو۔

۱۹۲۷ء قریب الاختتام تھا کہ اچانک مدتوں کی رکی ہوئی طبیعت میں جنبش ہوئی اور رشتہ کار کی جو گرہ ذہن و دماغ کی پیہم کوشش نہ کھول سکی تھی، دل کے جوشش بے اختیار سے خود بخود کھل گئی۔ کام شروع کیا تو ابتداء میں چند دنوں تک طبیعت رکی رکی رہی لیکن جونہی ذوقِ فکر کے دو چار جام گردش میں آئے، طبیعت کی ساری رکاوٹیں دور ہوگئیں اور پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا گویا اس شورش کدہ مستی میں افسردگی، خمار آلودگی کا کبھی گزر نہیں ہوا تھا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ کہنا چاہئے، شورشِ تازہ کی سرمستیاں مجلس روشیں کی کیفیتوں سے بھی کہیں تندتر ہوگئیں۔ سبحان اللہ! عالم قلب وروح کے تصرفات کا بھی کچھ عجیب حال ہے۔ یا تو یہ حال تھا کہ بار بار کوشش کی مگر طبیعت کا انقباض دور نہیں ہوا یا اب خود بخود کھلی تو اس طرح کھلی کہ قلم روکنا بھی چاہوں تو نہیں رک سکتا۔

بہرحال کام شروع ہوگیا اور اس خیال سے کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر ترجمہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے بھی ضروری تھی، سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوا پھر ترجمہ کی ترتیب شروع کی۔ حالات اب بھی موافق نہ تھے۔ صحت روز بروز کمزور ہو رہی تھی۔ سیاسی مشغولیت کی آلودگیاں بدستور خلل انداز تھیں تاہم کام کا سلسلہ کم و بیش جاری رہا اور ۲۰ جولائی ۱۹۳۰ء کو آخری سورت کے ترجمہ و ترتیب سے فارغ ہو گیا۔ (ترجمان القرآن ۱/ ۳۷۔۳۸)

ترجمان القرآن کے بعض خصائص کے بارے میں مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ

اس کی ترتیب سے مقصود یہ ہے کہ مطالب قرآن کے فہم و تدبر کے لئے ایک ایسی کتاب تیار ہو جائے جس میں کتب تفسیر کی سی تفصیلات تو نہ ہوں لیکن وہ سب کچھ ہو جو قرآن کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کے لئے ضروری ہے۔ اس غرض سے جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے، امید ہے کہ اہل نظر اس کی موزونیت بیک وقت ایک نظر محسوس کر لیں گے۔

پہلے کوشش کی ہے کہ قرآن کا ترجمہ اردو میں اس طرح مرتب ہو جائے کہ اپنی وضاحت میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہ رہے۔ اپنی تشریحات خود اپنے ساتھ رکھتا ہو پھر جا بجا نوٹوں کا اضافہ کیا ہے جو سورت کے مطالب کی رفتار کے ساتھ ساتھ برابر چلے جاتے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت دیکھتے ہیں، مزید راہنمائی کے لئے نمودار ہو جاتے ہیں۔ یہ قدم قدم پر مطالب کی تفسیر کرتے ہیں، اجمال کو تفصیل کا رنگ دیتے ہیں۔ مقاصد و وجوہ سے پردے اٹھاتے ہیں۔ دلائل و شواہد کی روشنی میں لاتے ہیں، احکام و نواہی کو مرتب و منضبط کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مختصر لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معانی و معارف کا سرمایہ فراہم کرتے جاتے ہیں۔ یہ گویا قاری قرآن کے لئے تفکر و تدبر کی روشنی ہے جو بحکم نورھم یسعی بین ایدیھم و بایمانھم (۵۷۔۱۱۲) اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے اور کہیں بھی اس بات کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔

یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ ترجمان القرآن کے نوٹ تشریح و وضاحت کا ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید درجہ ہیں ورنہ قرآن کا صاف صاف مطلب سمجھ لینے کے لئے متن کا ترجمہ پوری طرح کفایت کرتا ہے۔

نوٹس کی ترتیب کا معاملہ نفس ترجمہ سے کم مشکل نہ تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ان کے لئے ایک محدود مقدار سے زیادہ جگہ نہیں نکل سکتی تھی اور نوٹ نوٹ نہ رہتے اگر ایک خاص مقدار سے کمیت یا تعداد میں زیادہ ہو جاتے لیکن ساتھ ہی ضروری تھا کہ کوئی ضروری کام تشنہ نہ رہ جائے اور مطالب و مقاصد قرآنی کی تمام مہمات واضح ہو جائیں۔ پس پوری احتیاط کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ لفظ کم سے کم ہیں لیکن اشارات زیادہ سے زیادہ سمیٹ لئے گئے ہیں جس چیز کی لوگ کمی پائیں گے، وہ صرف مطالب کا پھیلاؤ ہے۔ نفس مطالب میں کوئی کمی محسوس نہ ہوگی۔ ہر لفظ اور ہر جملہ پر جس قدر غور کیا جائے گا، مطالب و مباحث کے نئے نئے دفتر پھیلتے جائیں گے۔

(ترجمان القرآن ۱/ ۴۷۔۴۸)

قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کے لئے یہ جامع اور اکمل طریقہ وضع کرنے میں مولانا کو جو انفرادیت حاصل ہوئی اور طرزِ ادا اور حسن تکلم کے ساتھ ساتھ معانی و حقائق کی یہ ساری خوبیاں جو ترجمان القرآن کے صفحات پر مرتسم ہوگئیں۔ یہ ایک اتفاقی حادثہ نہ تھا بلکہ اس میں مولانا کی دقت نظر، عربی زبان سے ان کا فطری لگاؤ اور مناسبت ان کی نکتہ شناسی اور سب سے بڑھ کر قرآن پاک کے مطالب و مفاہیم میں ان کے مسلسل انہماک اور استغراق کو دخل ہے۔

مولانا فرماتے ہیں

کامل ستائیس برس سے قرآن میرے شب و روز کے فکر و نظر کا موضوع رہا ہے۔ اس کی ایک ایک سورت، ایک ایک مقام، ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ پر میں نے وادیاں قطع کی ہیں اور مرحلے پر مرحلے طے کئے ہیں۔ تفسیر و کتب کا جتنا مطبوعہ و غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے، میں کہہ سکتا ہوں، اس کا بڑا حصہ میری نظر سے گزر چکا ہے اور علوم قرآن کے مباحث و مقالات کا کوئی گوشہ نہیں جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرف سے ذہن نے تغافل اور جستجو نے تساہل کیا ہو۔ علم ونظر کی راہوں میں آج کل قدیم وجدید کی تقسیمیں کی جاتی ہیں لیکن میرے لئے یہ تقسیمیں بھی کوئی تقسیم نہیں۔ جو کچھ قدیم ہے، وہ مجھے ورثہ میں ملا، اور جو کچھ جدید ہے، اس کے لئے اپنی رائیں آپ نکالی ہیں۔ میرے لئے وقت کی جدید رائیں بھی ویسی ہی دیکھی بھالی ہیں جس طرح قدیم راہوں کے چپہ چپہ کا شناسا ہوں۔

رہا ہوں رند بھی میں اور پارسا بھی میں
مری نظر میں ہیں رند و پارسا اک ایک

خاندان، تعلیم اور سوسائٹی کے اثرات نے جو کچھ میرے حوالے کیا تھا، میں نے اول دن ہی اس پر قناعت کرنے سے انکار کر دیا اور تقلید کی بندشیں بھی کسی گوشے میں روک نہ سکیں اور تحقیق کی تشنگی نے کسی میدان میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔

ہیچ گہ ذوق طلب از جستجو بازم نہ داشت
ورنہ می چیدم دراں روزے کہ خرمن داشتم

میرے دل کا کوئی یقین ایسا نہیں ہے جس میں شک کے سارے کانٹے نہ چبھ چکے ہوں اور میری روح کا کوئی اعتقاد ایسا نہیں ہے جو انکار کی ساری آزمائشوں میں سے نہ گزر چکا ہو۔ میں نے زہر کے گھونٹ بھی ہر جام سے پیے ہیں اور تریاق کے نسخے ہر دارالشفاء کے آزمائے ہیں۔ میں جب پیاسا تھا تو میری لب تشنگیاں دوسروں کی طرح نہ تھیں اور جب سیراب ہوا تو میری سیرابی کا سرچشمہ شاہراہِ عام پر نہ تھا۔

راہے کہ خضر داشت نو سرچشمہ دور بود
لب تشنگی زراہ دگر بردہ ایم ما

اس تمام عرصے کی جستجو وطلب کے بعد قرآن کو جیسا کچھ اور جتنا کچھ سمجھ چکا ہوں، میں نے ان کتابوں کے صفحوں پر پھیلا دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سبک ز جائے نگیری کہ بس گراں گہر است
متاع من کہ نصیبش جہاد ارزانی

آخر میں مولانا نے اپنے اس یقین کا اظہار کیا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں

میرا یقین ہے کہ مسلمانوں کی زندگی اور سعادت کے لئے سرچشمہ حیات، حقیقت قرآنی کا انبعاث ہے اور میں نے کوشش کی ہے کہ ان کے فہم و بصیرت کا دروازہ ان پر کھل جائے۔ میں ترجمان القرآن شائع کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ اس کے بارے میں میرا جو کچھ فرض تھا، توفیق الٰہی کی دستیاری سے میں نے ادا کر دیا۔ اب اس کے بعد جو کچھ ہے، وہ مسلمانوں کا فرض ہے اور یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ انہیں ادائے فرض کی توفیق دے۔

حدیث عشق و سرمستی زمن بشنو نہ از واعظ
کہ با جام و سبو ہر شب ترین ماہ و پر و نیم

ما کان حدیثا یفتری و لکن تصدیق الذی بین یدیه به و تفصیل کل شی وهدًی و رحمة لقوم یوقنون (۱۲۔۱۱۱)

(ترجمان القرآن ۱/ ۴۸۔۴۹)

ترجمان القرآن کی پہلی جلد شائع ہوئی تو برصغیر کے ممتاز اہل علم اور قلم نے اس کی تعریف و توصیف میں کالم لکھے اور مولانا کے علمی تبحر اور ان کے جامع الکمالات ہونے کا بھی اعتراف کیا۔

علامہ سید سلیمان ندوی جو خود ایک جید عالم دین اور عالم اسلام کی ممتاز علمی شخصیت تھے، علوم قرآن میں مولانا آزاد کی نکتہ آفرینی، فہم و بصیرت، تحقیق و تدقیق اور دیدہ وری کے معترف تھے۔

جب ترجمان القرآن کی پہلی جلد شائع ہوئی تو اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رسالہ معارف اعظم گڑھ میں تحریر فرمایا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصنف ترجمان القرآن کی دیدہ دری داد کے قابل ہے کہ انہوں نے وقت کی روح کو پہچانا اور اس فتنہ فرنگ کے عہد میں اس طرز روش کی پیروی کی جس کو ابن قیمؒ نے فتنہ تاتار میں پسند کیا تھا اور جس طرح انہوں نے اس عہد کے مسلمانوں کی تباہی کا راز فلسفہ، یونان کی دماغی پیروی کو قرار دیا۔ اسی طرح اس عہد کے مسلمانوں کی بربادی کا سبب ترجمان القرآن کے مصنف نے فلسفہ یونان و فرہنگ کی ذہنی غلامی کو قرار دیا اور نسخہ علاج وہی تجویز کیا کہ کلام الٰہی کو رسولؐ کی زبان و اصطلاح اور فطرت کی عقل اور فلسفہ سے سمجھنا چاہئے۔

(معارف اکتوبر ۱۹۳۲ء)

وسعت نظر اور علمی تبحر

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے ذوقِ مطالعہ، تحقیق و تدقیق، وسعت نظر اور علمی تبحر کی وجہ سے جامع الکمالات تھے۔

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں کو علم و نظر میں تاجداری و سلطانی کا مرتبہ مل جاتا ہے۔ وہ عمل و عزیمت کے میدان میں کمتر ہی کوئی ممتاز درجہ حاصل کرتے ہیں۔ کتابوں کے مطالعے اور غور و فکر میں انہماک عموماً قوتِ عمل پر ناخوشگوار اثر ڈالتا ہے۔ مولانا علم و عمل دونوں کے تاجدار تھے۔ انہیں دونوں دائروں میں سلطانی کا تاج نصیب ہوا اور آج فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ وہ علم میں بڑے تھے یا عمل میں۔ انہوں نے مدت العمر قوم کو عزیمت کی دعوت دی اور یہ دعوت خوش نما الفاظ اور دلنشیں تحریرات یا پُر تاثیر خطابت تک محدود نہ تھی بلکہ ایسے قلب کی گہرائیوں سے اٹھی ہوئی دعوت تھی جس کے متحرک خون کا ہر قطرہ عزیمت کی حرارت سے معمور تھا۔ انہوں نے جو اونچی سے اونچی بات کہی، اس پر اونچے سے اونچے عمل کا نمونہ پیش کیا۔ ایسے یگانہ افراد ہر فضا میں تربیت نہیں پاتے اور ایسے گرانمایہ گوہر خاک سے نہیں اٹھتے۔ غالبؔ کیا خوب کہہ گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمرہا چرخ بہ گردد کہ جگر سوختہ
چوں من از دودہ آتش نفساں بر خیزد

(مولانا ابوالکلام آزاد ایک شخصیت ایک
مطالعہ ص ۲۴)

پنڈت جواہر لعل نہرو نے کہا تھا کہ

اگر مولانا نے اپنا قلمی جہاد جاری رکھا ہوتا تو ہماری قوم کو صاف اور سلجھے ہوئے طرزِ فکر اور صحیح راہِ عمل کے تعین میں کس قدر گراں بہا تقویت نصیب ہوتی۔

لیکن خود مولانا نے اپنی زندگی کا ماحصل اپنے الفاظ میں اس طرح پیش کیا ہے۔

افسوس ہے کہ زمانہ میرے دماغ سے کام لینے کا کوئی سامان نہ کر سکا۔ غالب کو تو صرف اپنی ایک شاعری کا رونا تھا۔ معلوم نہیں میرے ساتھ قبر میں کیا کیا چیزیں جائیں گی۔

ناروا بود بہ بازارِ جہاں جنس وفا
رونق گشتم و از طالع دکان رفتم

(عبدالرشید عراقی)

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

عبدالعزیز فاروق ایم اے

مولانا ابوالکلام آزاد ان لوگوں میں تھے جن کو ہم ''عبقری'' (Genius) کہتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی ذہانت، فطانت، ذکاوت، عدالت، ثقاہت اور بلند درجہ کی قوتِ فہم و بصیرت، ادراک، ذوقِ تحقیق اور وسعت مطالعہ کے حامل تھے۔

مولانا ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جو پیری مریدی کا گھرانہ کہلاتا تھا، جہاں بیعت اور تصوف کا بہت چرچا تھا۔ مولانا آزاد کے والد مولانا خیرالدین کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ لیکن مولانا آزاد کی طبیعت میں ان طور طریقوں سے بغاوت کے رجحانات شروع ہی سے تھے۔ انہوں نے اس طریقے کو پسند نہیں کیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے دینی تعلیم کہاں سے حاصل کی، اس کے متعلق کچھ زیادہ تفصیل نہیں ملتی ہے لیکن مولانا نے اپنی تعلیم کے بارے میں اپنی کتاب ''انڈیا ونز فریڈم'' میں لکھا ہے، وہی میرے خیال میں مستند سمجھی جاتی ہے۔

مولانا کی تعلیم کسی مستند اور باقاعدہ دینی مدرسہ میں نہیں ہوئی لیکن ان کے والد مولانا خیرالدین ایک عالم دین ہونے کے ساتھ پیری کے مرتبہ پر بھی فائز تھے اور ان کے حلقہ ارادت میں بڑے بڑے علماء داخل تھے جو صاحبانِ فن تھے اور خاص خاص علوم وفنون میں انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ ان کے والد نے انہیں بچپن ہی میں بغرضِ تعلیم مختلف علوم وفنون کے ماہر علماء کے سپرد کر دیا۔

مولانا جامع الکمالات تھے۔ ان کے جامع الکمالات ہونے میں ان کے غیر معمولی حافظہ کو بہت دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نعمت سے خوب نوازا تھا۔

پروفیسر رشید الدین خان لکھتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریک آزادی میں مشاہیر اپنے ایک ایک وصف اور صلاحیت کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ کوئی سیاست میں، کوئی امورِ مذہبی میں، کوئی سماجی کارکردگی میں، کوئی اصلاحی مشاغل میں، کوئی انشا پردازی میں، کوئی شاعری میں، کوئی فنکاری اور ہنرمندی میں، کوئی صحافت میں، کوئی بغاوت میں، کوئی خطابت میں، کوئی مروت میں، کوئی فلسفہ وفکر میں، کوئی عمل وقربانی میں، مگر مولانا آزاد کی جامع شخصیت میں اتنی صلاحیتیں مرتکز ہوگئی تھیں کہ جیسے انہوں نے ایک ہی زندگی میں بہت سی زندگیوں کو سمیٹ لیا ہو اور وہ کچھ ایسے مجمع الاوصاف تھے جس میں تقریباً ہر وصف راغب رفعت ہو۔

مولانا ابوالکلام سیاست میں ایک اعلیٰ مقام کے حامل تھے اور ان کی سیاسی بصیرت کا ان لوگوں نے اعتراف کیا ہے جو خود اس میدان کے شہسوار تھے۔ تحریر وتقریر میں بھی ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ حسرت موہانی فرماتے ہیں۔

سب ہو گئے چپ بس ایک حسرت
گویا ہیں ابوالکلام آزاد

نثر میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ مولانا محمد علی جوہر کا قول ہے کہ
میں نے لیڈری ابوالکلام کی نثر اور اقبال کی شاعری سے سیکھی۔
سجاد انصاری لکھتے ہیں۔

میرا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن نازل نہ ہو چکا ہوتا تو ابوالکلام کی نثر اس کے لئے منتخب کی جاتی یا اقبال کی نظم۔ میرے نزدیک اقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد حقیقی معنوں میں فوق البشر ہیں۔

مولانا حسرت موہانی نے فرمایا تھا۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

مولانا ابوالکلام آزاد علومِ اسلامیہ کا بحرِ ذخار تھے۔ تمام علوم پر ان کو یکساں قدرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل تھی۔ عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر ان کو عبور کامل تھا۔ اردو تو ان کے گھر کی لونڈی تھی۔

مولانا آزاد ایک عظیم سیاستدان تھے۔ ان کی فکر و بصیرت مسلم تھی۔ وہ ایک بہت بڑے فقیہ اور مجتہد تھے۔

مولانا ظفر علی خان نے ان کے بارے میں فرمایا تھا۔

جہانِ اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

مولانا کو قرآن پاک سے بہت زیادہ شغف تھا۔ ان کی ساری زندگی فہم قرآن میں بسر ہوئی۔ مولانا نے خدمت قرآن کے سلسلہ میں تین ضخیم کتابیں مرتب کرنے کا پروگرام بنایا جن کے نام یہ ہیں۔

تفسیر البیان۔ مقدمہ تفسیر۔ ترجمان القرآن

تفسیر البیان از ابتدا تا سورۃ نساء مکمل ہو چکی تھی لیکن اس کا مسودہ ضائع ہو گیا۔ اس کے صرف دو نمونے ترجمان القرآن میں ملتے ہیں۔

اول سورۃ فاتحہ کی تفسیر، دوم اس امر کہ تحقیق کی ذوالقرنین کون تھا۔

مقدمہ تفسیر پر بھی بہت مواد اکٹھا کر لیا تھا لیکن جب آپ کو حکومت نے گرفتار کیا اور پولیس نے آپ کے مکان کی تلاشی لی اور آپ کے تمام مسودات اپنے ساتھ لے گئی۔ رہائی کے بعد آپ نے کاغذات کی واپسی کا مطالبہ کیا تو حکومت نے جو کاغذات واپس کئے، وہ سب پھٹ گئے تھے اور بیشتر مسودات ضائع ہو گئے تھے۔ مقدمہ تفسیر بھی ان کاغذات میں ضائع ہو گیا۔

ترجمان القرآن بھی اس میں ضائع ہو گیا لیکن مولانا نے ۱۹۲۷ء میں اس کو دوبارہ ترتیب دیا۔ ترجمان القرآن مولانا کا ایک عظیم علمی کارنامہ ہے۔ یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے جو سورۃ فاتحہ تا سورۃ المومنون تک لکھی گئی اور دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ مولانا یہ تفسیر اپنی سیاسی مصروفیات کی وجہ سے مکمل نہ کر سکے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس تفسیر نے مسلمان نوجوانوں میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔

ترجمان القرآن کی پہلی جلد پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے رسالہ معارف اعظم گڑھ (اکتوبر ۱۹۳۲ء) میں لکھا تھا کہ

> اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق مولانا ابوالکلام آزاد کے الہلال اور البلاغ نے پیدا کیا اور جس اسلوبِ بلاغت، کمالِ انشاء پردازی اور زورِ تحریر کے ساتھ انہوں نے انگریزی خواں نوجوانوں کے سامنے قرآن پاک کی آیتوں کو پیش کیا۔ اس نے ان کے لئے ایمان و یقین کے نئے نئے دروازے کھول دیئے اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معانی و مطالب کی سربلندی و وسعت کو پوری طرح نمایاں کر دیا۔

مالک رام صاحب ترجمان القرآن کے بارے میں اپنے ایک مضمون بعنوان ''مولانا آزاد بحیثیت صحافی'' میں لکھتے ہیں کہ

> (مولانا ابوالکلام آزاد نے) اپنے طویل تفکر اور تدبر کے نتائج اپنی شہرہ آفاق تالیف ترجمان القرآن میں محفوظ کئے ہیں۔ افسوس کہ یہ تفسیر مکمل نہ ہو سکی۔ وہ نصف سے کچھ زیادہ شائع کر سکے تھے کہ سیاسی سرگرمیوں نے ان کے اوقات اور صلاحیتوں پر غاصبانہ قبضہ جما لیا اور وہ باقی حصے کی تفسیر قلمبند نہ کر سکے۔ بے شک یہ علمی اور مذہبی دنیا کا عظیم نقصان رہا لیکن اگر اس مسئلے کو اس پہلو سے دیکھا جائے تو دین کے بیشتر بنیادی مسائل قرآن کے نصف اول میں ہیں اور ان کے بارے میں انہوں نے اپنے افکار شائع شدہ دو جلدوں میں درج کر دیئے ہیں تو اس نقصان کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک اور بات یہ ہے، ان کا اندازِ فکر، اسلوب بیان۔ اگر واقعی پوری توجہ اور انشراحِ صدر سے ان دونوں جلدوں کا مطالعہ کیا جائے تو ناممکن ہے کہ قاری ان کے سوچنے کے طریقے سے متاثر نہ ہو۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ قرآن کو کس ڈھنگ سے مطالعہ کرنے کے خواہشمند تھے۔ یوں ان کے دکھائے ہوئے رستے پر چل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر آپ خود بقیہ پاروں کی تعبیر وتفسیر کر سکتے ہیں۔ گویا ترجمان القرآن محض ترجمہ وتفسیر ہی نہیں بلکہ ایک نئی تفسیر کی رہنما بھی ہے۔ میرے نزدیک ترجمان القرآن کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے یونانیات اور اسرائیلیات سے کاملاً اجتناب کیا اور علوم و دعوت قرآن کو دوبارہ اپنی اصلی سیاسی شکل میں پیش کر دیا جو شارح کا مقصد اور صدر اول کا اعتقاد تھا۔

مولانا نے اپنی اس تفسیر میں سورۃ فاتحہ کی مفصل اور بسیط تفسیر لکھی ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ توبہ، سورۃ یوسف، سورۃ کہف اور سورۃ الانبیاء میں بھی بڑے طویل نوٹس لکھے ہیں جو ان کے علمی تبحر اور فہم قرآن میں ان کی بصیرت کے شاہد ہیں۔

ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں سورۃ توبہ، سورۃ انفال اور سورۃ یوسف کی بعض آیات کی تفسیر ترجمان القرآن سے نقل کی ہے۔ مولانا نے ان آیات کی تفسیر میں تحقیق و تدقیق کے جو رموز و نکات بیان فرمائے ہیں، وہ آپ پڑھ کر ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولانا آزاد کس مرتبہ کے عالم دین، مفکر اور مفسر قرآن تھے۔

مالک رام صاحب لکھتے ہیں۔

ترجمان القرآن میں قرآن کا ترجمہ اور حواشی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جو لطف زبان و بیان اور صحت و برجستگی ترجمان القرآن میں ملی، وہ الا ماشاء اللہ ان کے کسی پیشرو یا پیرو کے یہاں دیکھنے میں نہیں آئی۔

دنیا میں کوئی ایسا نہیں گزرا جس کی مخالفت نہ کی گئی ہو۔ انبیائے کرامؑ کو بھی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی مخالفت ہوئی، اس سے تاریخ کا ایک طالب علم بخوبی واقف ہے۔ جب انبیائے کرامؑ کی مخالفت سے لوگ باز نہیں آتے تو ان کے علاوہ دوسرے لوگ کس طرح مخالفت سے بچ سکتے ہیں۔

مولانا نے جب ترجمان القرآن کی پہلی جلد شائع کی تو اس کے شائع ہونے کے بعد بہت سے لوگوں نے محض اس بناء پر اسے ہدف مطاعن بنانا شروع کیا کہ مولانا کانگرس کے ممبر کیوں ہیں۔ جس طرح کانگرس کی ممبری کی وجہ سے کلکتہ میں ان کی امامت کے خلاف ہنگامہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھایا گیا تھا، اسی طرح ان کی تفسیر کو ''کانگرسی تفسیر'' کا لقب دے کر اس کے خلاف شور مچانا شروع کر دیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے اس تفسیر میں بعض دوسرے مذاہب کا احترام کرنے اور ان کے بنیادی عقائد کو مبنی بر صداقت سمجھنے پر جو بحث کی ہے، وہ قرآن کریم کی ان آیات کے مطابق ہے جن میں تمام انبیائے کرامؑ کو برحق قرار دیا ہے۔ قرآن شریف نے ''صحت قدیمہ'' کو تو الہامی تسلیم کیا ہے لیکن اس کے ماننے والوں پر تحریف و تاویل کا جرم عائد کر کے اصل دین کو مسخ کر دینے کی ذمہ داری ان کی گردن پر ڈالی ہے۔

مولانا نے اپنی تفسیر میں اس حقیقت کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن مخالفین نے یہ واویلا شروع کر دیا کہ

> مولانا ابوالکلام تو تمام مذہبوں کو برحق مانتے ہیں اور اسلام کو ''ناسخ ادیان'' قرار نہیں دیتے۔

مولانا سے جب اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

> میں دین اسلام کو ناسخ ادیان مانتا ہوں اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور مذہب کا دامن تھامتا ہے، اسے کافر جانتا ہوں۔

> مولانا نے ترجمان القرآن میں اس بات کی رعایت ملحوظ رکھی کہ قرآن جو بات جس طرح جس مقام پر کہتا ہے، اسے اسی طرح مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ اس سے بعض غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔

> مثلاً سورہ بقرہ کی آیت ۶۲ کے بارے میں بڑا ہنگامہ ہوا۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصریٰ والصٰبئین من امن باللہ و الیوم الاخر و عمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم و لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔

> جو لوگ پیغمبر اسلام پر ایمان لا چکے ہیں وہ ہوں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں، (کوئی ہوں، اور کسی گروہ بندی میں سے ہوں) لیکن جو کوئی بھی خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا، اور اس کے اعمال بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھے ہوئے تو وہ اپنے ایمان وعمل کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائے گا۔ اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہوگا اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔

مولانا آزاد کا تشریحی نوٹ

اس اصل عظیم کا اعلان کہ سعادت ونجات ایمان سے وابستہ ہے، نسل و خاندان یا مذہبی گروہ بندی کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ یہودی جب ایمان وعمل سے محروم ہو گئے تو نہ ان کی نسل ان کے کام آئی نہ یہودیت کی گروہ بندی سودمند ہوسکی۔ خدا کے قانون نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ کون ہیں اور کس گروہ بندی سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ یہ دیکھا کہ عمل کا کیا حال ہے اور پھر جب آزمائش عمل میں پورے نہ اترے تو مغضوب ونامراد ہو گئے۔

(ترجمان القرآن ۱/ ۲۶۷)

مولانا سعید احمد اکبرآبادی لکھتے ہیں کہ

مسٹر غلام احمد پرویز نے طلوع اسلام کے ذریعے اس کو خوب اچھالا چونکہ مولانا نے اس آیت کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کر دیا تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ اگر مولانا آزاد اس کے حاشیہ میں لکھ دیتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایمان کا مفہوم بالکل متعین ہو گیا ہے اور اب اس کا مفہوم یہ ہے نجات اخروی کے لئے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازم، لابد اور ناگزیر ہے۔ قرآن میں اکثر جہاں بھی ایمان لانے کی دعوت ملے گی، وہاں عموماً ایمان کی تفاصیل نہیں ملیں گی۔

''آمنوا'' میں ان تمام امور پر ایمان لانا ضروری ہوگا جن پر جگہ جگہ قرآن ایمان لانے کے مختلف اسالیب سے دعوت دیتا ہے لہٰذا ایمان کی تعریف ہی یہ قرار پا گئی ہے کہ

اللہ پر ایمان، اس کی توحید کے ساتھ۔ اس کی صفات کمال پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، وحی پر ایمان، کتابوں پر ایمان، نبوت ورسالت پر ایمان اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر ایمان کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آخری رسول ہیں اور قیامت تک آپ ہی کی دعوتِ رسالت کا دور جاری وساری رہے گا۔

مولانا اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ

اس سلسلہ میں لوگوں نے مولانا آزاد سے سوالات کئے تھے اور ان لوگوں میں مولانا غلام رسول مہر بھی شامل تھے اور مولانا مہر خود مولانا ابوالکلام سے جا کر ملے تھے۔ مولانا نے جواب دیا تھا کہ

میرا عقیدہ وہی ہے جو تمام مسلمانوں کا ہے اور وہ عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کے نزول کے بعد اب نجات اخروی کا دارومدار صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور قرآن کی پیروی پر ہے آپ سے پہلے رسولوں پر ایمان اور سابقہ کتب سماوی پر ایمان اور ان کے مطابق عمل سے اب نجات اخروی نہیں ہوگی۔

(مولانا ابوالکلام آزاد شخصیت اور علمی کارنامے ص:)

عراقی صاحب کی فرمائش پر میں نے تقریظ لکھ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ عراقی صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ مولانا آزاد پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں یہ کتاب ایک اضافہ ہے۔ کتاب بڑی جامع اور معلوماتی ہے۔

عبدالعزیز فاروق ایم اے
سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالہ
۲۱ مئی ۲۰۰۳ء

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی

مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں۔

جہانِ اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی صاحب اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں کہ

مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی ایک فرد کی زندگی نہیں پورے ایک عہد کی داستان ہے۔ ان کی زندگی کے ماہ وسال ہماری قومی تاریخ میں اس طرح تحلیل ہو گئے ہیں کہ بغیر اس زمانے کے واقعات اور ان کے پس منظر کو سامنے رکھے ہوئے ان کی صحافتی عظمت کو سمجھنا مشکل ہے۔

مولانا ایک خاص ذہن اور دماغ کے ساتھ صحافت کے آسمان پر طلوع ہوئے۔ جب ہماری فضائے ادب روشن اور تابناک ستاروں سے مزین تھی۔ اردو کے عناصر خمسہ میں حالی، شبلی اور نذیر احمد زندہ تھے لیکن مولانا نے بقول شخصے

''دہلیز پر قدم رکھتے ہی نقارے پر ایسی زبردست چوٹ لگائی کہ سب کے کان ان ہی کی طرف لگ گئے اور سب کی نگاہیں ایک بارگی ان ہی کی طرف اٹھ گئیں۔''

مولانا ۱۳ برس کی عمر میں صحافت کی کشتی میں سوار ہوئے۔ ۱۹۰۳ء میں اپنا اخبار ''لسان الصدق'' نکالتے تھے۔ اس زمانے میں ان کی ملاقات مولانا الطاف حسین حالی سے ہوئی جن کو کسی طرح بھی یقین نہ آتا تھا کہ یہ لڑکا اتنے اچھے اخبار کا ایڈیٹر ہو سکتا ہے۔ اسی سن میں ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملاقات علامہ شبلی نعمانی سے ہوئی۔ وہ یہ سمجھے کہ وہ مولانا سے نہیں مولانا کے صاحبزادے سے گفتگو کر رہے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد صحافتی دنیا میں جن اخبارات و رسائل سے منسلک رہے اور جو اخبارات و رسائل آپ نے خود جاری کئے، ان کی تفصیل یہ ہے۔

ماہنامہ نیرنگ عالم کلکتہ، ہفتہ وار المصباح، ماہنامہ محمدیہ کان پور، ہفتہ وار احسن الاخبار کلکتہ، ماہنامہ خدنگ نظر لکھنؤ، ہفت روزہ ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور، ماہنامہ لسان الصدق، سہ روزہ وکیل امرتسر، ماہنامہ الندوہ لکھنؤ، تحفہ محمدیہ کلکتہ، ہفت روزہ دارالسلطنت لکھنؤ، ہفت روزہ الہلال کلکتہ، ہفت روزہ البلاغ، ہفتہ وار پیغام اور پندرہ روز الجامعہ (عربی)

مولانا کی شہرت المصباح، لسان الصدق، الندوہ اور سہ روزہ وکیل امرتسر کے ذریعہ پورے ملک میں پھیل چکی تھی لیکن جو شہرت اور مقبولیت مولانا کی الہلال کے ذریعہ ہوئی۔ اس کی مثال برصغیر (پاک و ہند) میں ملنی مشکل ہے۔

الہلال اپنی ذات میں ایک مستقل تحریک تھا جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو بیدار کیا اور ان کے ذہنوں میں ایک انقلابِ عظیم برپا کیا۔ الہلال صحیح معنوں میں برصغیر کے مسلمانوں کی علمی، ادبی اور سیاسی تاریخ میں ایک سنگ میل ثابت ہوا۔

الہلال جس وقت دنیائے صحافت میں طلوع ہوا، اس وقت ملک میں مولانا ظفر علی خان کا ''زمیندار'' مولانا محمد علی جوہر کا ''ہمدرد'' اور مولانا وحید الدین سلیم کا ''مسلم گزٹ'' آسمانِ صحافت پر جگمگا رہے تھے۔ دوسرے معنی میں یہ اخبار الہلال کے معاصرین میں سے تھے۔

زمیندار کو اپنے عہد میں بے پناہ مقبولیت حاصل تھی۔ اس کے مالک و مدیر مولانا ظفر علی خان عظیم شاعر، بلند پایہ ادیب، نقاد، مبصر اور قوم کے لیڈر تھے۔ زمیندار کی توجہ کا مرکز ترکی تھا اور اس کے ساتھ اس کا عظیم ترین مقصد شہدائے بلقان کے پسماندگان کے لئے چندے کی فراہمی تھا۔ اندرون ملک کے معاملات اور یہاں کی داخلی سیاست میں بھی اس کا دخل تھا اور برطانوی سامراج اس کے لرزاں و ترساں رہتا تھا۔

مولانا محمد علی جوہر کا ہمدرد بیرونی اور اندرونی سیاست میں اہم کردار ادا کرتا تھا۔ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اداریوں نے برطانوی حکمرانوں کی نیندیں حرام کر دی تھیں۔ عالم اسلام پر بھی اس کی کڑی نظر تھی۔ ہمدرد آزادیٔ ہند کا علمبردار بھی تھا۔

مسلم گزٹ کا رجحان بلاشبہ قوم پرستی اور ملکی آزادی کی جانب تھا۔ اس کے ایڈیٹر وحید الدین سلیم بے باک اور جری قسم کے انسان تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے بے پناہ خدمات انجام دیں۔

نیاز فتح پوری اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

> مسلم گزٹ آزادیٔ وطن کا محرک و معاون ضرور تھا لیکن انگریز سامراجیت کے خلاف اس کی پالیسی واضح اور دوٹوک نہ تھی۔

الہلال جس وقت طلوع ہوا، اس نے دنیائے صحافت میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ حقیقت میں یہ ایک صورِ قیامت تھا جس نے مردہ دلوں میں روح پھونک دی۔ اس نے شعلہ قیامت کو جو سرد ہو رہا تھا، اس کو بھڑکا دیا۔ مولانا نے الہلال کے ذریعہ کلمہ حق بلند کیا اور جرأت و حق گوئی اور راستبازی کی وہ مثال قائم کی جس کی مثال ہماری صحافت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

علامہ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں کہ

> جس وقت الہلال جاری ہوا ہے۔ اس وقت ہندوستان ذہنی اضطراب کے بڑے نازک دور سے گزر رہا تھا اور روئے زمین کی دوسری قوموں میں سخت انتشار پیدا تھا۔ ملوکیت کہیں دم توڑ چکی تھی اور کہیں سنبھالا لے رہی تھی۔ ارستقراطیت اور استعماریت اپنے بقاء و تحفظ کے لئے ناخن و چنگال کی پوری قوت صرف کر رہی تھی۔ ڈیموکریسی کی مدعی حکومتوں کے چہرے بے نقاب ہوتے جا رہے تھے اور قومی آزادی و خودداری کا احساس بڑے آزمائشی دور سے گزر رہا تھا۔ برطانوی مستعمرات کا طنطنہ ختم تو نہ ہوا تھا لیکن اس سورج کو گہن لگنا شروع ہو گیا اور اپنے بقاء و تحفظ کے لئے آستینیں چڑھائے ہوئے ہر انسانیت شکن اقدام پر آمادہ تھا۔ ہندوستان میں کانگریس اور آزادی کا بیج بو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چکی تھی۔ اس کے کلے چھوٹ چکے تھے لیکن انگریز یہ طے کر چکا تھا کہ وہ اس پودے کو کبھی بارآور نہ ہونے دے گا اور جماعتی تفریق پیدا کر کے ملک کی ذہنیت کو دو متضاد حصوں میں تقسیم کر دینا چاہتا تھا۔ مسلم لیگ وجود میں آ چکی تھی لیکن مسلمانوں کی ذہنی افتاد ہندوؤں سے مختلف تھی۔ ان کے سامنے ملکی مسائل ثانوی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی نگاہیں ترکی، بلقان، طرابلس پر لگی ہوئی تھیں اور سرسید کی تعلیمات نے جو وقار انگریزوں کا مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا۔ وہ بڑی حد تک اپنی جگہ پر قائم تھا۔ ہر چند مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت بھی تھی جو انگریزوں سے منحرف ہو چکی تھی لیکن یہ انحراف و اختلاف داخلی نہ تھا، خارجی تھا۔ فاعلی نہ تھا، انفعالی تھا۔ وطن سے اس کا تعلق نہ تھا بلکہ مذہب و مذہبیت سے تھا۔ ملکی سیاست سے نہیں بلکہ ترکی کے انقلاب، بلقان و طرابلس کی تباہیوں اور مذہبی لامرکزیت کے احساس سے تھا۔ اس لئے ٹھیک اسی وقت جب کانگرس اجتماعی تحریک آزادی کی بنیادیں استوار کر رہی تھی۔ مسلمان صرف چند نفوس کو چھوڑ کر سب کے سب بیرونِ ہند کے مسائل میں الجھے ہوئے تھے جن کا تعلق زیادہ پان اسلامزم کی تحریک سے تھا۔

یہ تھا وہ ماحول، یہ تھے وہ حالات، یہ تھی مسلمانوں کی عام ذہنیت جب مولانا آزاد نے الہلال جاری کیا۔

الہلال کی مقبولیت اور شہرت اور اس کی امتیازی حیثیت کے کئی وجوہ ہیں۔

ان میں سب سے بڑی خصوصیت اس کی نئی زبان اور ایڈیٹر کی علومِ اسلامیہ پر گہری نظر تھی۔ اس کے مضامین پڑھ کر قارئین پر ایڈیٹر صاحب کی دینی بصیرت، ذوقِ تحقیق، وسعت مطالعہ اور اسلامی علوم سے گہری واقفیت اور مجتہدانہ اندازِ نظر کا رعب پڑتا تھا۔

الہلال کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ اس کے ادارۂ تحریر میں ملک کے صف اول کے ادیب اور انشاء پرداز شامل تھے جنہوں نے اپنی تحریروں سے الہلال کو بدرِ کامل بنا دیا تھا۔ مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا عبداللہ عمادی، خواجہ عبدالواجد ندوی اور مولانا حامد علی صدیقی جیسی نابغہ روزگار شخصیتیں الہلال کے ادارہ تحریر میں شامل تھیں۔

الہلال نے دعوت الی القرآن کا غلغلہ بلند کیا اور وہ اس میں کامیاب ہوا۔ مولانا لکھتے ہیں۔

بے شمار متشککین، مذبذبین، مستخرجین، ملحدین اور تارکین الاعمال والاحکام، راسخ الاعتقاد مومن، صادق اور عمال مسلم، اور مجاہد فی سبیل اللہ مخلص ہو گئے بلکہ متعدد بڑی آبادیاں اور شہر کے شہر جن میں ایک نئی مذہبی زندگی پیدا ہو گئی ہے۔ علی الخصوص حکم مقدس، جہاد فی سبیل اللہ کے جو حقائق واسرار اللہ تعالیٰ نے اس کے صفحات پر ظاہر کیے، وہ ایک فضل مخصوص وتوفیق وہ مرحمت خاص ہیں۔

پنڈت جواہر لعل نہرو اپنی کتاب ''ڈسکوری آف انڈیا'' میں لکھتے ہیں کہ

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے ہفتہ وار الہلال میں مسلمانوں کو ایک نئی زبان میں مخاطب کیا۔ یہ ایک ایسا اندازِ تخاطب تھا جس سے ہندوستانی مسلمان آشنا نہ تھے۔ وہ علی گڑھ کی قیادت کے ممتاز لہجہ سے واقف تھے اور سرسید، محسن الملک، نذیر احمد اور حالی کے اندازِ بیان کے علاوہ ہوا کا کوئی گرم جھونکا ان تک پہنچا ہی نہ تھا۔

الہلال مسلمانوں کے کسی مکتب خیال سے متفق نہ تھا۔ وہ ایک نئی دعوت اپنی قوم اور اپنے ہم وطنوں کو دے رہا تھا۔

بہرحال یہ حقیقت ہے کہ

الہلال مسلمانانِ ہند کی انقلابی سیاست کا آئینہ دار تھا اور مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے ملکی اور بین الاقوامی امور کی آزاد ترجمانی کا شرف اس کو حاصل تھا۔

ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں مولانا کی صحافت اور ان کی قرآنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بصیرت کا تذکرہ کیا ہے۔ ملک عبدالعزیز فاروق صاحب نے اپنی تقریظ میں مولانا آزاد کی قرآنی بصیرت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس لئے میں نے مولانا کی صحافتی خدمات پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ عراقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں مولانا کی صحافتی خدمات اور ان کی قرآنی بصیرت پر جو مواد فراہم کیا ہے، وہ قدر کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ عراقی صاحب کی محنت کو قبول فرمائے۔

پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی
ہمدرد دواخانہ سکیم موڑ، اقبال ٹاؤن لاہور
۲۵ مئی ۲۰۰۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

مولانا ابوالکلام آزادؒ

۱۷ اگست ۱۸۸۸ء.....۲۲ فروری ۱۹۵۸ء

مولانا ابوالکلام آزاد ایک نادرہ روزگار شخصیت تھے اور ایسے گوناگوں اوصاف و محاسن کسی ایک وجود میں بہت ہی کم جمع ہوئے ہیں۔ انہوں نے زندگی کے مختلف گوشوں میں جو بلند مقام حاصل کیا، اس کا حصر مشکل ہے اور ان میں سے کسی ایک دائرے میں ویسی بلندی حاصل کر لینا بڑے سے بڑے انسان کے لئے بھی دائمی فخر کا سامان ہو سکتا ہے۔

وہ ایک یگانہ روزگار عالم دین تھے۔ وہ فلسفیانہ فکر، مجتہدانہ دماغ اور مجاہدانہ جوشِ عمل رکھتے تھے۔ وہ صرف ایک جید عالم دین نہیں تھے بلکہ علم و فن کے امام و مجتہد تھے۔ وہ حکیم اور مفکر بھی تھے اور دانائے راز بھی، میدانِ سیاست کے مدبر بھی تھے اور تحریک جہاد کے شہسوار بھی۔ وہ سحر طراز ادیب بھی تھے اور بلند پایہ خطیب و مقرر بھی۔ ذہانت، ذکاوت، فہم و فراست، فکر و تدبر کی گہرائی اور دیدہ وری اور نکتہ رسی میں ان کا کوئی حریف نہیں تھا۔ علم و فضل، حقائق دین، فلسفہ و حکمت، شعر و ادب، تصنیف و تالیف، تقریر و خطابت، اخبار نویسی، صحیفہ نگاری اور سیاست میں ان کا کوئی حریف نہیں تھا۔

مولانا آزاد فطرتاً عبقری تھے۔ جس راہ میں قدم رکھا، اس میں انہوں نے اپنا راستہ الگ بنایا اور ہر میدان میں کامیابی و کامرانی حاصل کی۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ آپ ایک امتیازی شان کے مالک تھے۔ حق و صداقت اور عزم و استقلال کے پہاڑ تھے۔ ابتدا میں جو راہ اختیار کی، اس پر آخر تک قائم رہے۔ کسی بھی سیاسی معاملہ میں جو موقف اختیار کیا، اس پر آخر زندگی تک قائم رہے اور اپنے موقف سے نہیں ہٹے۔

مولانا جنگ آزادی کے میر کارواں اور آزاد ہندوستان کے معمارِ اعظم تھے۔ ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کارنامے اتنے ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔

مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ لکھتے ہیں کہ

ان میں دین وسیاست، مذہب ووطنیت اور جدت وقدامت کا نہایت دلکش امتزاج تھا اور ان پر ان کی بڑی حکیمانہ نظر تھی۔ انہوں نے ان مختلف عناصر کو ایک دوسرے سے متصادم ہونے کے بجائے ہم آہنگ کر دیا اور اسلام میں دین وسیاست کی وحدت کا بھولا ہوا سبق انہی نے مسلمانوں کو یاد دلایا۔ ایک طرف وہ بڑے عالم دین اور راسخ العقیدہ مسلمان اور اپنی دینی وتہذیبی روایات کے امین ومحافظ تھے۔ دوسری طرف زمانہ کے حالات اور تقاضوں پر بھی ان کی گہری نظر تھی اور نئی قابل قبول چیزوں کے لئے ان کا دل کشادہ اور دامن وسیع تھا۔ قوم پروری اور وطن دوستی میں وہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں کے بھی راہنما تھے۔

مولانا ابوالکلام میں دینی غیرت وحمیت انتہا کی تھی اور اس میں کسی قسم کی لچک نہیں تھی۔ وہ پختہ عقیدے کے مالک تھے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

ابوالکلام میں عقیدے کی پختگی اور عمل کی محکمی کے ساتھ ساتھ مشربِ ذوق کی رنگینی کا عجیب وغریب امتزاج ہے جو اپنی انفرادیت کے اعتبار سے اتنا نادر ہے کہ گذشتہ تاریخ کی کئی صدیوں میں بھی اس ترکیب وتشکیل کے مزاج کی مثالیں مشکل ہی سے ملیں گی اور ندرت کی بنیاد یہ ہے کہ ان کی ذات میں مشرب کی وسعت اور نظر کی اجمال آشنائی کے ساتھ ساتھ عقیدے کی سختی اور مذہب کی پختگی بھی جمع ہے اور یہ اجتماع ظاہر ہے کہ بڑا غیر معمولی اور نادر ہے۔

مولانا ابوالکلام بہت زیادہ وضعدار اور خوددار تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ڈھنگ تھا۔ وہ اپنا رکھ رکھاؤ کسی کے لئے نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ وہ بلاشبہ بے غرض انسان تھے۔ ان کی خودداری بے مثال تھی۔ ڈاکٹر ریاض الرحمٰن شروانی کے قول کے مطابق ''ان کا سر ذاتِ واحد کے سوا کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے نہ جھکا نہ ان کا ہاتھ اس کے سوا کسی کے سامنے پھیلا۔ ان کی بے نیازی اور خودداری کا یہ عالم تھا کہ خود تکلیف اٹھاتے تھے لیکن کسی سے نذرانہ یا عطیہ قبول نہیں کرتے تھے۔ یہ ان کا مستقل مزاج تھا۔''

مولانا کی زندگی ہر پہلو سے قدرت کا ایک عجیب وغریب نشان تھی۔ ان کی غیر معمولی فطری صلاحیتیں اور اسی عہد میں مشہور تاجدارانِ علم وفضل کے لئے یکسر حیرت زار بن گئی تھیں۔ وہ اپنے حافظے کے لحاظ سے قدرت کا ایک عجوبہ تھے۔ وہ ایک بے نظیر مجاہد اور یگانہ روزگار شخصیت کے مالک تھے۔

مولانا غلام رسول مہر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

> ایسے مردانِ حق دور گزر جانے کے بعد پیدا ہوتے ہیں جو اسلاف کے بہترین مکارم وفضائل کی درخشانیاں اپنے اندر جذب کر کے دنیا کے ظلمت زار میں روشنی کے بلند میناروں کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں تا کہ اندھیرے کی جگہ اجالا پھیل جائے۔ تاریکی کی جگہ نور لے لے اور آنے والی نسلوں کی راہیں ان میناروں کی جلوہ گستریوں اور ضیا باریوں سے مدتِ مدید تک کے لئے منور ہو جائیں۔ یقیناً مولانا آزاد ایک ایسی نادر شخصیت تھے جن کے انوار نے ہماری نگاہوں کے ہاتھ میں علم وآگاہی کی مشعلیں دے کر ایک طرف اسلافِ کرام کے عہد مسعود کا ٹھیک ٹھیک مشاہدہ کرایا اور دوسری طرف آئندہ منزلوں کے سنگ ہائے میل موقع بہ موقع نصیب فرمائے۔

مولانا ان برگزیدہ ہستیوں میں تھے جو اپنے عہد سے بڑی تھیں۔ وہ آفریندہ عہد تھے۔ اس لئے ان کی کشمکش ایسے لوگوں سے رہتی جو زائیدہ عہد ہوتے۔ وہ ہماری تہذیب اور ہمارے علوم کا اعتبار وافتخار تھے اور ان کا شمار ان برگزیدہ نفوس میں ہوتا تھا جن کو ندرتِ ذوق وفکر اور قدرتی بخشائش کی فراوانی نے صف عالم سے الگ اور مستثنیٰ قرار دے دیا ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ ان جیسا ذہین وفہیم شخص اور آتش بیان مقرر وخطیب صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔

مولانا آزاد ایک عظیم مفکر تھے اور اس صدی کے سب سے بڑے مذہبی عالم، تحریک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزادی کے عظیم قائد تھے۔ اگر ان کی زندگی کو بنظرِ تحقیق دیکھا جائے تو ایک عظیم مفکر کی حیثیت سے نظر آتے ہیں۔ وہ بہت بڑے نباض اور مصلح تھے۔ اخلاقیات کے روحِ رواں تھے۔ ان کا دل و دماغ بڑا متوازن تھا۔ وہ ایک پہاڑ کی طرح تا دمِ مرگ اپنے اصول اور موقف پر قائم رہے اور نصف صدی تک ملک کی قیادت کرتے رہے۔ بڑے بڑے انقلاب آئے، مخالف آندھیوں کے زبردست جھونکے چلے لیکن ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش پیدا نہ ہو سکی۔

قدرت نے مولانا کی ذاتِ گرامی میں فکر و عمل یا عقل و عشق کا جو توازن پیدا کیا تھا، میرے نزدیک وہ مولانا کی شخصیت کا امتیازی پہلو ہے۔ کم لوگ ہوں گے جن کی ذات میں فکر و عمل کی ایسی مطابقت پائی جاتی تھی۔

صحافت

مولانا آزاد ایک صاحب طرز ادیب، دانشور، نقاد اور مبصر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم صحافی بھی تھے۔ مولانا ایک خاص ذہن کے ساتھ صحافت کے میدان پر اس وقت طلوع ہوئے جب ہماری فضائے ادب روشن اور تابناک ستاروں سے مزین تھی۔ حالی، شبلی اور نذیر احمد زندہ تھے۔

نیرنگ عالم

مولانا نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز ۱۸۹۹ء میں ''نیرنگ عالم'' سے کیا۔ یہ ماہوار پرچہ تھا۔ یہ رسالہ صرف ۸ ماہ جاری رہا۔ اس کے بعد بند ہو گیا۔

اس رسالے کے بارے میں مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ

> اس کے بعد یہ خبط اور بڑھا کہ ایک گلدستہ نکالنا چاہئے چنانچہ نیرنگ عالم کے نام سے ایک گلدستہ جاری کیا۔ میری عمر اس وقت ۱۳ برس سے کسی طرح زیادہ نہ تھی۔ گلدستہ بلا روپے کے نکل نہیں سکتا مگر اس وقت کے خیالات بھی عجیب تھے۔ خیال یہ تھا کہ جس قدر روپے کی ضرورت ہے، صرف پہلے نمبر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے ہے اور جہاں ایک نمبر نکل گیا، تو تمام دنیا اس طرح اس کے انتظار میں ہے کہ فوراً ہزاروں آدمی اس کے خریدار بن جائیں گے پھر روپے کی کیا کمی رہے گی۔ چنانچہ ہم نے اس وقت کے بچپنے اور طالب علمی کی بے سروسامانی میں پچاس روپے کا انتظام کیا۔ لیتھو کا ایک پریس ''ہادی پریس'' کے نام سے ہیریسن روڈ کلکتہ میں تھا اور والد مرحوم کی بعض چیزیں وہاں چھپا کرتی تھیں۔ ہم نے وہیں طباعت کا انتظام کیا اور فوراً اعلان چھاپ کر شائع کر دیا۔ اعلان کا مضمون عبدالواحد نے لکھا تھا۔ اس تصور سے کس قدر طبیعت کو مسرت حاصل ہوئی تھی کہ عنقریب ایک ایسی چیز نکلے گی جس کی لوح پر میرا نام بحیثیت مہتمم و ایڈیٹر کے درج ہوگا۔

(آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی)

''نیرنگ عالم'' تو صرف شعری گلدستہ تھا جس میں کوئی نثری حصہ سرے سے تھا ہی نہیں۔

المصباح

جنوری ۱۹۰۱ء میں مولانا نے ہفتہ وار المصباح جاری کیا اور اس کا پہلا شمارہ ۲۲ جنوری کو شائع ہوا۔ یہ ایک مذہبی نوعیت کا پرچہ تھا۔

مولانا آزاد خود اس رسالے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

محمد موسیٰ نامی ایک شخص نے نیا نیا پریس جاری کیا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ تجارتی اغراض سے کوئی اخبار نکالے۔ یہ میرے خاص ذوق کی بات تھی۔ میں نے اور زیادہ ترغیب دی اور بالآخر وہ آمادہ ہو گیا۔ ''مصباح الشرق'' مصر سے نکلتا تھا۔ میں نے اس کا نام ''المصباح'' تجویز کیا اور ہفتہ وار اخبار کی شکل میں جاری ہوا۔ یہ دراصل پہلا اخبار ہے جو میں نے ایڈٹ کیا۔

(آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی)

جنوری ۱۹۰۳ء میں مولانا آزاد کو ہفتہ وار احسن الاخبار کلکتہ کی ادارت سپرد ہوئی۔ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخبار مولوی احمد حسین فتح پوری اور کلکتہ کے ایک تاجر اور مصطفائی پریس کے مالک کی شراکت سے جاری ہوا۔

اس اخبار کے بارے میں مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ

اس اخبار کی اشاعت سے اس وقت مجھے بہت فائدہ ہوا۔ ایک تو قریبی مصرف طبع آزمائی پیدا ہونے کی وجہ سے ہر طرح کی مضامین نویسی کے لئے قوی تحریک وتشویق ہوئی۔ دوسرے اخبار کا ایک دفتر قائم ہو جانے کی وجہ سے تبادلے کے اخبارات ورسائل عالم دیکھنے کا بہت اچھا موقع ملا۔

(نقش آزاد)

خدنگ نظر

ماہنامہ خدنگ نظر نوبت رائے کی ادارت میں شائع ہوتا تھا اور یہ شعری پرچہ تھا۔ اس میں شعراء کی غزلیں وغیرہ شائع ہوتی تھیں۔ مولانا آزاد نے نوبت رائے کو اس پر آمادہ کیا کہ اس پرچہ میں نثری مضامین بھی شائع ہونے چاہئیں۔ نوبت رائے نے آپ کی تجویز سے اتفاق کیا اور مولانا کو حصہ نثر کا معاون مدیر مقرر کر دیا۔ یہ مارچ ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ

لکھنؤ سے نوبت رائے خدنگ نظر نکالتے تھے۔ میں اس میں اپنی غزلیں بھیجا کرتا تھا۔ انہیں آمادہ کیا کہ نثر کا ایک حصہ بھی شامل کر دیں۔ اس کی ترتیب اپنے ذمہ لی۔

اسی سال اخبار ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور کی ادارت بھی آپ کو سونپی گئی۔

لسان الصدق

نومبر ۱۹۰۳ء میں مولانا آزاد نے کلکتہ سے لسان الصدق جاری کیا اور اس کا آخری شمار مشترکہ اپریل مئی ۱۹۰۵ء کو شائع ہوا۔ اس کے کل دس شمارے شائع ہوئے۔

مالک رام اس رسالے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب یہ ماہنامہ جاری ہوا تو مدیر محترم کی عمر ۱۵ برس سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ مولانا نے لسان الصدق کو اسم با مسمیٰ بنا دیا۔ اس کے مضامین کا معیار اتنا معتبر اور بلند تھا اور تحریر کا انداز ایسا دلکش کہ اس نے فوراً صف اول کے پرچوں میں جگہ حاصل کر لی۔

ستارہ درخشیدہ و ماہِ کامل شد

اس رسالے نے ملک گیر شہرت حاصل کر لی۔

(کچھ ابوالکلام کے بارے میں)

مولانا حالی کی نظر سے یہ رسالہ گزر چکا تھا۔ جب مولانا حالی سے مولانا آزاد کی ملاقات ہوئی تو ان کو کسی طرح یہ یقین نہ آتا تھا کہ یہ لڑکا اتنے اچھے اخبار کا ایڈیٹر ہو سکتا ہے۔ اسی زمانہ میں مولانا آزاد کی ملاقات علامہ شبلی نعمانی سے ہوئی جو یہ سمجھے کہ وہ مولانا سے نہیں بلکہ مولانا کے صاحبزادے سے گفتگو کر رہے ہیں۔

الندوہ لکھنؤ

ماہنامہ الندوہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا آرگن تھا جو مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حبیب الرحمان خان شروانی کی ادارت میں اگست ۱۹۰۴ء میں جلوہ گر ہوا۔ الندوہ ایک نیم علمی و مذہبی رسالہ تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ تین چوتھائی علمی اور صرف ایک چوتھائی مذہبی۔ اس لئے اس کے جو مضمون مذہبی ہوتے تھے، وہ بھی تاریخی فلسفیانہ اور تمدنی غرض کوئی نہ کوئی علمی رنگ لئے ہوتے تھے۔

مولانا شبلی نعمانی کی تحریک پر مولانا آزاد الندوہ کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ آپ صرف ۶ ماہ اکتوبر ۱۹۰۵ء تا مارچ ۱۹۰۶ء تک ایڈیٹر رہے۔ جس وقت آپ نے یہ ذمہ داری قبول کی تو اس وقت تو فضا دوسری تھی، ماحول کچھ اور تھا، بعد کی فضا اور ماحول ان کو پسند نہ آیا کیونکہ ایک طرف مدعیانِ فضل و کمال کی حاسدانہ ریشہ دوانیاں تھیں اور دوسری علماء کی باہمی سازشیں جو ندوہ اور اہل ندوہ سے مولانا آزاد کی بیزاری کا سبب بن گئیں۔

بقول نیاز فتح پوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملہ عوام کا نہیں بلکہ خواص کا تھا اور خواص بھی جماعت علماء کے لیکن مولانا آزاد نے انہیں بھی اپنی انفرادیت کا اعتراف کرائے بغیر نہیں چھوڑا۔

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی لکھتے ہیں کہ

اکتوبر ۱۹۰۵ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک مولانا ابوالکلام آزاد الندوہ کے سب ایڈیٹر رہے۔ الندوہ میں مولانا آزاد کا پہلا مضمون ''مسلمانوں کا ذخیرۂ علوم اور یورپ'' اکتوبر ۱۹۰۵ء کے شمارہ میں چھپا۔ اس کے بعد اَلْمَرْءَۃُ الْمُسْلِمَہ کے نام سے مصر کے قاسم بک اور فرید وجدی نے مسلمان عورتوں کی بے پردگی پر جو کچھ لکھا تھا، اس پر مفصل و مدلل تبصرہ لکھا جو الندوہ میں بالاقساط شائع ہوتا رہا۔ الندوہ کے مضامین نے پورے ملک میں ابوالکلام کے نام کا ایسا غلغلہ بلند کیا کہ دنیائے صحافت میں ہر طرف سے ان کی مانگ ہونے لگی۔

(سید سلیمان ندوی شخصیت و خدمات)

الندوہ کا سب ایڈیٹر مقرر ہونے پر مالک رام لکھتے ہیں کہ

۱۹۰۵ء میں مولانا شبلی نے انہیں دعوت دی کہ وہ لکھنؤ آئیں اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ماہانہ رسالے ''الندوہ'' کی ترتیب و تدوین میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔ ''الندوہ'' کا فائل آج بھی ملتا ہے۔ یہ خاص علمی و تحقیقاتی پرچہ تھا اور ندوۃ العلماء کا آرگن ہونے کی وجہ سے اس کی ایڈیٹری بڑی ذمے داری کا کام تھا۔ چنانچہ مولانا شبلی خود اس کے ایڈیٹر تھے اور وہی مجلس ندوۃ العلماء کے سامنے اس کے لئے جوابدہ بھی تھے۔ مولانا شبلی جس پائے کے مصنف اور نقاد تھے، اس کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے ان کا سترہ سالہ نوجوان آزاد کو ''الندوہ'' کی ادارت میں شرکت کی دعوت دینا حیرت ناک تو ہے ہی لیکن اس سے بڑھ کر یہ مولانا آزاد کے علم و فضل کی، ان کی تحریر کے معیار اور پختگی کی، ان کی ذاتی متانت اور رکھ رکھاؤ کی عادت تھی۔ اتنی بڑی سند ہے کہ مشکل سے اس کی مثال کہیں اور ملے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اخبار وکیل امرتسر

مولانا آزاد الندوہ سے ۶ ماہ وابستہ رہنے کے بعد علیحدہ ہو گئے۔ لسان الصدق کی ادارت کے زمانے میں مولانا کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی اور بہت سے لوگ ان کے مداح ہو گئے تھے۔ انہیں زمانہ شیخ غلام محمد صاحب امرتسر کے رہنے والے تھے اور امرتسر سے اخبار وکیل نکالا کرتے تھے۔ وہ اخبار کے مالک تھے اور مولانا کے مضامین اخبار وکیل میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ شیخ غلام محمد نے مولانا آزاد کو خط لکھا کہ

> حامد علی صدیقی جو اس وقت ایڈیٹر تھے، اپنی ملازمت سے واپس چلے گئے ہیں، اب کوئی اخبار کا ایڈیٹر نہیں رہا۔ میری خواہش ہے کہ آپ آ جائیں۔ اگر آپ آ جائیں گے تو اخبار بالکل آپ کے سپرد کر دوں گا جس میں پوری آزادی سے آپ اپنے خیالات ظاہر کر سکتے ہیں۔

چنانچہ مولانا امرتسر چلے گئے۔ انہوں نے اپنے زمانہ ادارت میں ''وکیل'' میں بہت خوشگوار تبدیلیاں کیں جس سے اخبار کی مقبولیت میں بہت اضافہ ہوا۔ چنانچہ اخبار وکیل اس زمانہ میں تمام اخبارات میں علاوہ اودھ اخبار کے سب سے زیادہ متین و سنجیدہ اور قومی مسائل میں صائب رائے و نظر اخبار تسلیم کر لیا گیا۔

مولانا آزاد امرتسر ہی میں تھے کہ ان کے بڑے بھائی مولانا ابونصر غلام یٰسین آہ کا انتقال ہو گیا اور مولانا وکیل کی ادارت سے مستعفی ہو کر واپس کلکتہ چلے گئے۔ وکیل سے آپ کا تعلق اپریل ۱۹۰۶ء سے نومبر ۱۹۰۶ء تک صرف آٹھ ماہ رہا۔

اخبار دارالسلطنت

مولانا آزاد امرتسر سے کلکتہ واپس آ گئے اور یہاں آپ دسمبر ۱۹۰۶ء میں ہفت روزہ دارالسلطنت سے وابستہ ہو گئے۔ اخبار دارالسلطنت کے مالک عبداللطیف صاحب تھے۔ کچھ دن تو مولانا آزاد اپنی مرضی سے اخبار کو مرتب کرتے رہے لیکن کچھ لوگوں کے کہنے پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبداللطیف صاحب نے اخبار کی پالیسی میں دخل دینا شروع کر دیا۔ مولانا کو ان کی یہ روش پسند نہ آئی اور آپ نے دارالسلطنت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

دوبارہ اخبار وکیل کی ادارت

اگست ۱۹۰۷ء میں مولانا اخبار وکیل امرتسر سے وابستہ ہو گئے اور اگست ۱۹۰۸ء تک آپ وکیل امرتسر کو مرتب کرتے رہے۔

۱۵ اگست ۱۹۰۸ء کو آپ کے والد مولانا خیر الدین نے انتقال کیا تو مولانا اخبار وکیل سے مستعفی ہو کر واپس کلکتہ تشریف لے گئے۔

الہلال جاری کرنے کا منصوبہ

اب مولانا آزاد کی عمر ۲۰ سال کے لگ بھگ ہو چکی تھی اور کئی رسائل میں آپ نے کام کیا۔ ان میں بعض آپ کے ذاتی ملکیت تھے۔ بعض دوسروں کے اخبارات میں آپ تنخواہ پر کام کرتے رہے لیکن آپ کہیں بھی رہے، ان کا اپنا ایک نصب العین تھا اور ان کا نصب العین ہمیشہ بلند ہی رہا۔ بقول مالک رام

> ان کی یہی خواہش اور کوشش رہی کہ صحافت کو ملک و ملت کی بہتری اور بہبودی، خدمت گزاری اور خیر خواہی کا وسیلہ بنایا جائے۔

یہ اخبار اور رسالے گویا ان کی تجربہ گاہ تھے جہاں وہ اس کی تلاش میں رہے کہ ان کے اخبار کا مطمح نظر کیا ہونا چاہئے۔ آخر کار انہیں معلوم ہوا کہ جس منزل مقصود کی تلاش میں وہ اتنے دن سے بھٹک رہے ہیں، وہ کہیں باہر نہیں بلکہ خود ان کے پاس تھی۔ ان کے نصب العین کو ان کے جاری کردہ ہفتہ وار ''الہلال'' نے پورا کیا۔

مولانا امداد صابری لکھتے ہیں کہ

> آٹھ نو ماہ بعد حضرت مولانا آزاد اخبار وکیل امرتسر میں دوبارہ تشریف لے آئے۔ اس عرصہ میں بہت سی باتوں میں تغیر پیدا ہو چکا تھا اور تغیرات کا سلسلہ پوری سرعت کے ساتھ جاری تھا۔ اس مرتبہ حضرت مولانا آزاد کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاسی خیالات میں خاص طور پر مسائل ہند کے متعلق کافی تبدیلی آ گئی تھی۔
حضرت مولانا آزاد کے دل و دماغ میں اخبار الہلال جاری کرنے کا خیال پیدا ہو چکا تھا لہٰذا آپ نو دس مہینے کے بعد امرتسر سے بھوپال پہنچے۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا آزاد نے یہ رائے قائم کر لی کہ جو مقاصد اب پیش نظر ہیں، اس وقت تک حل نہیں ہو سکتے جب تک ایک طاقت ور اور وسیع انتظام و اہتمام کے ساتھ اپنا ذاتی اخبار نہ نکالا جائے اور اپنا ذاتی پریس نہ ہو۔

(امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد)

الہلال

مولانا نے ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو کلکتہ سے ہفت روزہ الہلال جاری کیا۔ الہلال اردو صحافت میں مختلف حیثیتوں سے ایک نیا باب تھا وہ صحیح معنوں میں ہماری سیاسی، صحافتی اور ادبی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔ الہلال عصری صحافت میں محض ایک اور اخبار کا اضافہ نہ تھا بلکہ درحقیقت وہ اپنی ذات میں ایک مستقل تحریک تھا جس نے طوفانِ حوادث میں اسلامیانِ عالم اور بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی ناخدائی کا فریضہ انجام دیا۔

مولانا ۱۹۰۲ء میں اپنا ذاتی اخبار نکالنے کا عزم کر چکے تھے۔
چنانچہ الہلال کے پہلے شمارہ میں لکھتے ہیں کہ

۱۹۰۲ء کے موسم سرما کی آخری رات تھی جب امرتسر میں میری چشم بیداری نے ایک خواب دیکھا۔ انسانوں کے ارادوں اور منصوبوں کو جب تک ذہن تخیل میں ہیں، عالم بیداری کا ایک خواب ہی سمجھنا چاہئے۔ کامل چھ برس اس کی تعبیر کی عشق آمیز جستجو میں صرف ہو گئے۔ امیدوں کی خلش اور ولولوں کی شورش نے ہمیشہ مضطرب رکھا اور یاس و قنوط کا ہجوم بارہا حوصلہ و عزم پر غالب آ گیا لیکن الحمدللہ کہ ارادے کا استحکام اور توفیق الٰہی کا اعتماد ہر حال میں طمانیت بخش تھا یہاں تک کہ آج اس خواب عزیز کی تعبیر عالم وجود میں پیش نظر ہے۔

هذا تاويل رويای من قبل جعلها ربی حقا (۱۲۔۱۰۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الہلال محض ایک اخبار نہیں دراصل ایک صورِ قیامت تھا جس نے مردہ دلوں میں ایک نئی روح پھونک دی اور جو شعلہ سرد ہو رہا تھا، اس کو بھڑکا دیا۔

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی لکھتے ہیں کہ

ابوالکلام آزاد نے الہلال کے ذریعہ کلمہ حق بلند کیا اور جرأت، حق گوئی و راست بازی کی وہ روشن مثال قائم کی ہے جو ہماری صحافت کی تاریخ میں بالکل نئی ہے۔ انہوں نے قرآن کی معرفت اور تفسیری ترجمہ سے اسلام کی سچی تعلیم کے احیاء کی کوشش کی جس میں سب سے زیادہ زور راست گفتاری اور آزادی کے لئے لڑنے پر ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے شرر بار مقالوں کی دھوم مچ گئی اور بڑے بڑے اربابِ جبہ و دستار اور کہنہ مشق سیاستدانوں کے مذہبی و سیاسی افکار میں زبردست تبدیلی واقع ہو گئی۔ قدیم اقدار کو بدلنے، ہندوستانی مسلمانوں کے معتقدات میں ایک عظیم انقلاب برپا کرنے میں الہلال نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

(سید سلیمان ندوی شخصیت و خدمات)

مولانا امداد صابری الہلال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

الہلال میں مذہب، سیاست، معاشیات، جغرافیہ، تاریخ، عمرانیات، سوانح، ادب اور حالاتِ حاضرہ پر اعلیٰ معیار کے مضامین و مقالے چھپتے تھے۔ نئی کتابوں اور رسالوں اور اخبارات پر تبصرے شائع ہوتے تھے۔

الہلال ہندوستان کی آزادی کا نقیب تھا اور اس نے ہندوستان کے لوگوں میں ایک انقلابِ عظیم پیدا کیا۔ الہلال کی ہر سطر اور ہر لفظ انقلاب کی دعوت دیتا ہے۔ ملت اسلامیہ کی روح غفلت میں سو رہی تھی۔ الہلال نے اس کو بیدار کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ الہلال صحیح معنوں میں نالہ جرس تھا۔ لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔

مالک رام الہلال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''الہلال'' ایک ''دعوت'' تھا جس کا مقصد دین الٰہی اسلام کی تجدید اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بنیادی اصول ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کو زندہ کرنا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی کوئی قابل اعتراض بات دیکھتے، بے باکانہ اس کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کر دیتے۔ اس میں حکومت اور عمال حکومت پر خاص طور پر سخت لب ولہجہ میں نکتہ چینی ہونے لگتی۔

(کچھ ابوالکلام کے بارے میں)

الہلال میں عالم اسلام اور اپنے ملک ہندوستان میں جو قومی و ملی، مذہبی اور سیاسی تحریکات سرگرم عمل تھیں، ان پر بھی نقد وتبصرہ اور ان کو صلاح ومشورہ کی بھی تلقین کرتا رہتا تھا۔

بیگم ڈاکٹر سید عبداللہ اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں کہ

یہ اخبار مسلمانانِ ہند کی انقلابی سیاست کا آئینہ دار تھا۔ مسلمانوں سے تعلق رکھنے والی ملکی اور بین الاقوامی امور کی آزاد ترجمانی کا شرف اس کو حاصل تھا۔ چنانچہ ترکی کے جدید انقلابات، طرابلس اور بلقان کی لڑائیوں کے واقعات اور پھر جنگ عظیم میں ترکی کی حکمت عملی کے متعلق ''الہلال'' میں طویل بحثیں موجود ہیں۔

اسی طرح ملکی سیاست میں مسلم لیگ اور کانگرس کے جھگڑے، حقوق و مراعات کے قصے اور انگریزوں کی ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی تشریحیں بھی الہلال کے اوراق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تعلیمی معاملات میں ندوہ اور علیگڑھ کی سرگرمیاں اور ان میں سرکار پرستوں کی دسیسہ کاریاں بھی اچھی طرح کھول کر واضح کی ہیں۔

الہلال کی عہد آفرین شہرت وعظمت کا سہرا مولانا ابوالکلام آزاد کی نابغہ شخصیت کے سر ہے لیکن اس کے ساتھ اس کے ادارہ تحریر میں برصغیر کے مشاہیر اہل قلم کی شمولیت نے الہلال کو بدر کامل بنا دیا۔ مولانا کے علاوہ اس کے ادارہ تحریر میں مختلف اوقات میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا عبداللہ عمادی، مولانا عبدالواجد ندوی، حامد علی صدیقی اور بعض دوسرے اصحاب بھی کام کرتے رہے اور سب کو باقاعدہ تنخواہ ملتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بقول مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

روزنامہ کے لئے نہیں ایک ہفتہ وار کے لئے اتنا بڑا اور ایسا کھرا سٹاف اردو صحافت کی تاریخ میں کسی اور کو کیوں نصیب ہوا ہوگا۔

مالک رام نے صحیح لکھا ہے کہ

الہلال کے تمام کارناموں سے قطع نظر اس کی اہمیت اور معیار کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اس کا حیرت انگیز ادارہ تحریر ہی کافی ہے جو ملک کے صف اول کے ادیبوں اور انشاء پردازوں پر مشتمل تھا۔ ہفتہ وار تو درکنار کسی اردو ماہنامے کو بھی آج تک ایسا شاندار ایڈیٹوریل سٹاف نہ ملا ہوگا۔

الہلال کا آخری شمارہ ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو شائع ہوا تھا اور یہی دورِ اول کا آخری شمارہ تھا۔ اس کے بعد الہلال کا کوئی شمارہ شائع نہیں ہوا۔ حکومت بنگال نے دس ہزار روپے کی ضمانت طلب کی جو جمع نہ کرانے کی وجہ سے الہلال کو بند کرنا پڑا۔

حکومت بنگال نے جن مضامین کو قابل اعتراض قرار دیا وہ ''حدیث الجنود'' اور ''سقوط انٹورپ'' تھے۔ ایک بلجین تصویر بھی قابل اعتراض قرار دی گئی جس کے نیچے قرآن حکیم کی یہ آیت درج تھی۔

وما اظلهم الله ولكن كانوا انفسهم يظلمون

البلاغ

الہلال کے بند ہو جانے کے بعد مولانا آزاد نے ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ کو ہفتہ وار البلاغ جاری کیا اور اس کا آخری شمارہ ۱۷، ۲۴، ۳۱ مارچ کی مشترکہ اشاعت تھی۔ البلاغ صرف پانچ ماہ جاری رہا لیکن تاریخ صحافت میں اپنا دائمی نقش ثبت کر گیا۔

الہلال کے مقابلہ میں البلاغ کا انداز سیاسی سے زیادہ علمی و نظری تھا۔

الہلال اور البلاغ پر نیاز فتح پوری کا تبصرہ

نیاز فتح پوری الہلال اور البلاغ پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون ''مولانا آزاد کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحافتی عظمت'' میں لکھتے ہیں کہ

الہلال کے بعد جب مولانا نے البلاغ جاری کیا تو اس کا نصب العین بھی وہی تھا جو الہلال کا تھا لیکن طریق ابلاغ کچھ مختلف تھا۔ تیور وہی تھے لیکن رخ دوسرا تھا۔ انداز وہی تھا مگر لباس بدلا ہوا تھا۔

الہلال نفسیاتِ عملی کا درس تھا، البلاغ نفسیاتِ ذہنی کا۔ الہلال حرکت و عمل اور جوش و ولولہ کا پیام رساں تھا اور البلاغ فکر و بصیرت اور روحانی عزم و ثبات کا۔

اپریل ۱۹۱۴ء میں مولانا کے صوبہ بدر ہونے کی وجہ سے البلاغ بند ہو گیا۔

ہفت روزہ پیغام

۲۳ ستمبر ۱۹۲۱ء کو مولانا نے اپنی نگرانی میں تحریک ترکِ موالات کی دعوت کے لئے ہفت روزہ پیغام کا اجراء کیا۔ اس کے ایڈیٹر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی تھے۔ مولانا کے اس میں مضامین شائع ہوئے لیکن یہ واقعہ ہے کہ ملکی اور سیاسی ذمہ داریوں نے انہیں اتنی اجازت اور فرصت نہ دی کہ اس میں کچھ زیادہ لکھ سکتے۔

جب پیغام جاری ہوا تو اس دوران کا ایک اہم واقعہ شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد اور اس کا ملک گیر بائیکاٹ ہے۔

مالک رام لکھتے ہیں کہ

اس زمانے کا سب سے اہم واقعہ شہزادہ ویلز کی ہندوستان آمد اور اس کا ملک گیر بائیکاٹ ہے۔ وہ ۱۷ نومبر ۱۹۲۱ء کو یہاں پہنچے تھے۔ ''پیغام'' نے بھی اپنی بساط بھر اس بائیکاٹ کو کامیاب بنانے میں حصہ لیا۔ حکومت اسے کیونکر معاف کر سکتی تھی۔ پہلے عبدالرزاق ملیح آبادی بحیثیت ایڈیٹر گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا۔ انہیں دو سال کی سزا ہو گئی۔ ان کے بعد ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو خود مولانا گرفتار ہوئے اور انہیں ایک سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ ان کے مقدمے کی آخری پیشی ۹ فروری ۱۹۲۲ء کو ہوئی تھی۔ اسی دن انہوں نے اپنا وہ مشہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان عدالت کے سامنے پڑھا تھا جو بعد کو ''قولِ فیصل'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ (کچھ ابوالکلام کے بارے میں)

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی اور مولانا آزاد کے جیل جانے سے ''پیغام'' بند ہو گیا۔ یہ صرف ساڑھے تین ماہ زندہ رہا۔

الہلال کا دورِ ثانی

پیغام کے بند ہو جانے کے بعد مولانا صحافت سے بے خبر نہیں رہے اور ایک روزنامہ جاری کرنے کا منصوبہ بناتے رہے لیکن اس کے لئے سرمائے کی ضرورت تھی لیکن اس کا انتظام آسان نہ تھا۔ آخر آپ نے اس خیال کو چھوڑا اور ''الہلال'' کو دوبارہ زندہ کرنے کی ٹھان لی۔

چنانچہ مولانا نے ۱۰ جون ۱۹۲۷ء کو دہلی سے دوبارہ الہلال کا اجراء عمل میں آیا۔ اس کی ترتیب و تدوین کی نگہداشت مولانا عبدالرزاق کے سپرد تھی لیکن الہلال کا دورِ ثانی بھی صرف ۶ ماہ تک محیط ہے۔ اس کا آخری شمارہ ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کو شائع ہوا۔

مالک رام لکھتے ہیں کہ

> یہ صحیح ہے کہ مولانا آزاد ایک مذہبی اور صوفی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت بھی اسی نہج پر ہوئی تھی۔ لامحالہ عمر بھر مذہب ہی ان کے غور و فکر کا محور رہا۔ انہوں نے جو تحریری ورثہ اپنے پیچھے چھوڑا، وہ بھی بیشتر مذہب اور مذہبی موضوعات ہی سے متعلق ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عملی زندگی اور معنوی افتادِ طبع کے لحاظ سے وہ بنیادی طور پر صحافی اور انشاپرداز تھے۔ انہوں نے انیسویں صدی میں آنکھیں کھولی تھیں اور نشر و تبلیغ کے ذرائع اور وسائل کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ پریس اور اخبار کا مقام تہذیب جدید میں کتنا اہم ہے اور اس کی قوت کتنی اور کیسی دوررس ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ ساری عمر کسی نہ کسی حیثیت سے رسائل و جرائد سے وابستہ رہے اور جب بھی انہیں موقع ملا، انہوں نے اپنا ذاتی پرچہ جاری کرنے سے گریز نہیں کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الہلال نے جو علمی و ادبی، مذہبی و دینی اور قومی و سیاسی خدمات انجام دیں، اس کا اہل علم و قلم نے اعتراف کیا ہے۔

قاضی عبدالغفار مرحوم اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

الہلال میں مولانا کے پیام کی مذہبی نوعیت ایسی تھی کہ وہ عوام کے قلوب میں زیادہ گہرائی تک جگہ پاتی تھی۔ اس لئے ''الہلال'' نے اپنی مختصر زندگی میں عوامی افکار کے لئے ایسے نقشے بنا دیئے جو نہ صرف اخلاقی بلکہ سیاسی اہمیت رکھتے تھے اور اسی لئے تعلیم یافتہ گروہ سے زیادہ مسلم عوام کے لئے دل پذیر تھے۔ الہلال کے صفحات پر بعض بہت اہم قومی اور مذہبی مسائل زیر بحث آتے رہے جنہوں نے ملت اسلامی کے ذہنی نقشوں کو بالکل بدل دیا۔ اس انقلاب میں بلاشبہ بڑا حصہ مولانا کے زورِ قلم اور اسلوب بیان کا تھا۔

(آثارِ ابوالکلام)

ڈاکٹر عابد حسین اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

اس صدی کے شروع میں ہندوستان کے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لئے اور ان کے مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکنے کے لئے تین آوازیں بلند ہوئیں۔ ایک اقبال کی بانگ درا، ایک محمد علی جوہر کا نعرۂ تکبیر اور ایک ابوالکلام کا رجز حریت۔ ممکن ہے کہ لفظوں کے پرستاروں کو ان تینوں پیغاموں میں فرق معلوم ہوتا ہو مگر معنی کے محرم تینوں کی زبانوں سے ایک ہی بات سنتے اور اس کا ایک ہی مطلب سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ:

''دین کی کنجی سے دنیا کا دروازہ کھولو۔ اسلام کے اسم اعظم سے آفاق کی تسخیر کرو۔''

پنڈت جواہر لعل نہرو اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

اگر مولانا نے اپنا قلمی جہاد جاری رکھا ہوتا تو آج ہماری قوم کو صاف اور سلجھے ہوئے طرزِ فکر اور صحیح راہِ عمل کے تعین میں کس قدر گراں بہا تقویت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصیب ہوتی۔

لیکن مولانا آزاد نے اپنی زندگی کا ماحصل اپنے الفاظ میں اس طرح پیش کیا ہے۔

افسوس ہے کہ زمانہ میرے دماغ سے کام لینے کا کوئی سامان نہ کر سکا۔

غالب کو صرف اپنی ایک شاعری کا رونا تھا۔ معلوم نہیں میرے ساتھ قبر میں کیا کیا چیزیں جائیں گی۔

ناروا بود بہ بازار جہاں جنس وفا
رونق گشتم و از طالع و کان رفتم

(نقش آزاد)

الہلال نے بڑی بڑی عظیم شخصیتوں کے ذہنوں کو بدل ڈالا۔ اس لئے کہ اس کی تحریر بڑی مربوط ہوتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ نثر نہیں لکھتے تھے بلکہ نثر میں شاعری کرتے تھے۔

مولانا حسرت موہانی فرماتے ہیں۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

مولانا محمد علی نے لکھا ہے کہ

میں نے لیڈری ابوالکلام کی نثر اور اقبال کی شاعری سے سیکھی۔

اور ایک دوسرے مضمون میں مولانا محمد علی لکھتے ہیں کہ

میرا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن نازل نہ ہو چکا ہوتا تو ابوالکلام کی نثر اس کے لئے منتخب کی جاتی یا اقبال کی نظم۔ میرے نزدیک اقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد حقیقی معنوں میں فوق البشر ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ

مولانا شبلی فرمایا کرتے تھے کہ ''میں ایجاز کا بادشاہ ہوں اور ابوالکلام طناب کا بادشاہ ہے۔''

بہر حال یہ حقیقت ہے اور اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد ان برگزیدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہستیوں میں سے تھے جن کو قدرت ذوق وفکر اور قدرتی بخشائش کی فراوانی نے صف عالم سے الگ اور مستثنیٰ قرار دے دیا ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ مولانا جیسا ذہین، فہیم، صاحب فہم وبصیرت، آتش بیان مقرر وخطیب اور سحر بیان قلمکار صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے تو مولانا ظفر علی خان نے فرمایا تھا۔

جہانِ اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس کی جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

مولانا آزاد اور تحریک آزادیٔ ہند

مولانا آزاد کی سیاسی زندگی میں غالباً ۱۹۲۶ء سے موڑ آیا کہ انہوں نے جمیعۃ العلماء ہند کے کاموں میں وہ عملی دلچسپی لینا چھوڑ دی جو وہ پہلے مسلسل لیتے رہے تھے اور اس دور میں ان کی دلچسپیاں آل انڈیا کانگرس سے وابستہ ہوگئی تھیں اور ان کی عملی سرگرمیاں کانگرس کے لئے وقف ہوگئی تھیں۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے ذہن میں یہ نظریہ قائم کر چکے تھے کہ سب سے پہلے انگریزی حکومت کے ہندوستان سے خاتمہ کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے چونکہ نہ صرف ہمارے ہی راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے بلکہ پورے عالم اسلام کو اسی انگریزی حکومت کے ہاتھوں سے بالواسطہ اور بلاواسطہ سخت نقصان پہنچ رہا ہے اور عالم اسلام کی بھلائی کے لئے بھی انگریزی حکومت کا ہندوستان سے خاتمہ نہایت ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ استخلاصِ وطن کے لئے ملک کی ایک عظیم غیر مسلم اکثریت کی حمایت ضروری تھی۔

اس لئے انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیاں کانگرس سے وابستہ کرلیں۔

مولانا آزاد اور پاکستان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا آزاد نے جو راہ اپنے لئے ۱۹۱۲ء میں متعین کر لی تھی، اس پر وہ اپنے انتقال ۱۹۵۸ء تک یکساں پامردی اور استقلال اور مستقل مزاجی کے ساتھ گامزن رہے لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ مولانا کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع ہو گیا کہ مولانا اپنے موقف سے ہٹ گئے ہیں، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

ڈاکٹر ریاض الرحمٰن شروانی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

مولانا کے بارے میں مختلف اوقات میں مختلف گوشوں سے جو غلط فہمیاں پھیلائی گئیں ان میں ایک غلط فہمی یہ بھی تھی کہ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء کے مولانا آزاد اپنے افکار کے اعتبار سے ۱۹۱۲ء کے مولانا آزاد سے یکسر مختلف تھے۔ ۱۹۱۲ء میں مولانا کا مشن احیائے دین تھا جبکہ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء میں وہ متحدہ قومیت کے نقیب بن گئے تھے۔ یہ خیال سراسر غلط ہے اور بے بنیاد ہے۔ مولانا آزاد نے اپنی عملی زندگی کے ابتدائی دور سے ہندو مسلم اتحاد (جس کا دوسرا نام متحدہ قومیت ہے) کو اپنا سب سے بڑا مشن بنایا تھا اور وہ حتی الامکان اس مشن کی تکمیل سے کبھی غافل نہیں ہوئے یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں جب ان کے دوسرے سب ساتھی ملک کی تقسیم پر راضی ہو گئے تھے، وہ آخر وقت تک اس کی مخالفت کرتے رہے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ تقسیم ملک سے متحدہ قومیت کے تصور کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا اور جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ وقت کے مورخ نے اس خیال پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

(میر کارواں مولانا ابوالکلام آزاد)

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں کہ

قیام پاکستان کے بارے میں مولانا ابوالکلام کی رائے ڈھکی چھپی نہیں۔ وہ اس کے قیام کے مخالف تھے۔ وہ پاکستان کی سکیم کو ہندوستان کے کل ۹ کروڑ مسلمانوں کے مسئلے کا صحیح حل نہیں سمجھتے تھے لیکن جب ملکی اور کل قومی سطح پر اس پر سب کا اتفاق ہو گیا اور قرار پا گیا کہ ملک کی تقسیم ہو گی تو پھر انہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخالفت ترک کر دی۔ پھر اگر کبھی تذکرہ آیا بھی تو تاریخ کے واقعے سے اور اس سے اپنے عدم اتفاق اور اپنی رائے کی صحت پر بعد کے واقعات سے استدلال کا آیا۔ انہوں نے کبھی پاکستان کو ختم ہو جانے، اسے کمزور کرنے یا اس کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرنے، اس کے انتشار کو بڑھانے کی خواہش نہیں کی بلکہ اس کے استحکام، اس میں جمہوریت کے فروغ، اس کے مختلف طبقوں اور فرقوں میں مفاہمت اور ہندوستان سے اس کے خوشگوار تعلقات کے نہ صرف آرزومند رہے بلکہ اس کے لئے انہوں نے بہترین کوششیں بھی کیں۔

(آثار و نقوش)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی اپنے ایک مضمون میں ''مولانا آزاد اور پاکستان'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ

یہ بات کون نہیں جانتا کہ مولانا آزاد کو تحریک سے اختلاف تھا لیکن میں اپنی ذاتی اور عینی شہادت کی بنا پر کہتا ہوں کہ ملک کی تقسیم اور آزادی کے بعد اکتوبر ۱۹۴۷ء میں مولانا آزاد نے لنچ کے لئے چند سربرآوردہ مسلمان رہنماؤں کو مدعو کیا۔ میں تو ان سب سے چھوٹا تھا اور ان حضرات کرام سے نتھی ہوتا تھا۔ ان حضرات میں قابل ذکر حضرات ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب، مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی، مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانی، مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی ہیں اور بھی چند اکابر اس لنچ میں شریک ہوئے جن کے نام اس وقت ذہن میں مستحضر نہیں ہیں۔ بہرحال میں بھی مدعوئین میں شامل تھا۔

لنچ سے فارغ ہونے کے بعد مولانا آزاد نے فرمایا کہ میں نے آپ حضرات کو اس لئے بلایا ہے کہ میں آپ حضرات سے چند خاص باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ سب نے کہا، ضرور ارشاد فرمائیے۔ مولانا نے فرمایا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارا نظریہ پاکستان کے خلاف تھا۔ وہ اپنی جگہ پر تھا۔ اس کے لئے ہمارے پاس ٹھوس وجوہ اور قوی دلائل تھے لیکن اب جبکہ ملک تقسیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا ہے اور پاکستان وجود میں آ گیا ہے تو ہم کو پاکستان کے کسی لیڈر یا کسی شخص کے متعلق اپنے دل میں کوئی رنجش اور کدورت نہیں رکھنی چاہئے۔

میرے بھائی۔ وقت کی ایک سیاست تھی جس سیاست کو کامیاب ہونا تھا، وہ ہوگئی۔

اس کے بعد پھر فرمایا۔

دوسری بات یہ کہ ''اب پاکستان کے لئے کسی طرح کی بدخواہی کرنا یا اس کے لئے کسی طرح کی بداندیشی کرنا نہ صرف ہمارے ملک ہندوستان کے لئے مضر ہے بلکہ خاص طور پر ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کے لئے بھی انتہائی مضر، مہلک اور خطرناک ہے۔ اس واسطے کہ اگر پاکستان بھی ختم ہوگیا یا پاکستان پر کوئی زوال آیا تو پھر ہندوستان کے مسلمان منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہیں گے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ برصغیر میں مسلمانوں کا مستقبل انتہائی تاریک ہو جائے گا۔ ان کے لئے یہاں کوئی گنجائش نہ ہوگی۔

مولانا نے صاف لفظوں میں کہا کہ اب پاکستان کے ساتھ ہمارا بالکل دوسرا رویہ ہونا چاہئے اور ہم سب کو دعا کرنی چاہئے اور تمنا کرنی چاہئے کہ پاکستان پھلے پھولے اور مستحکم ہو۔

سیاسی اعتبار سے ہماری حکومت بھی کہتی ہے کہ ہندوستان اور پاکستان ایک Region ایک ہی خطہ کے دو ملک ہیں۔ اس Region کی سلامتی اور خوشحالی اسی پر موقوف ہے کہ دونوں ملک اچھے پڑوسیوں کی طرح مل جل کر رہیں اور دونوں ملکوں میں خیرسگالی اور خیراندیشی کے جذبات پروان چڑھیں۔

مولانا کو جب بھی موقع ملتا، وہ مسلمان لیڈروں کو اسی کی تاکیدی نصیحت کیا کرتے تھے اور برملا فرمایا کرتے تھے۔

''پاکستان کو لازماً باقی رہنا چاہئے۔ اسے مضبوط اور خوشحال ہونا چاہئے۔''

مولانا اکبرآبادی لکھتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا آزاد کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ان کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ انتہائی ذہین وفطین تھے اور ہماری ملت اسلامیہ کے بڑے قابل قدر اور نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی جو خدمات انجام دیں، وہ پورے عالم اسلام کے لئے بھی قابل قدر ہیں۔

وفات

مولانا ابوالکلام آزاد نے ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو دہلی میں انتقال کیا۔ لال قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان اردو پارک میں دفن ہوئے۔ عمر ۷۰ سال تھی۔

مولانا ابوالکلام آزاد بحیثیت ایک مصنف

مولانا ابوالکلام آزاد جہاں ایک بلند پایہ مفکر، صاحب فہم وبصیرت، مجتہد، مورخ، محقق، دانشور، خطیب ومقرر، نقاد، مبصر، صحافی اور بہت بڑے سیاستدان تھے۔ وہاں آپ ایک عظیم مصنف بھی تھے۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم لکھتے ہیں کہ

مولانا آزاد ایک نادرہ روزگار شخصیت کے مالک تھے اور ایسے گوناگوں اوصاف کسی ایک وجود میں بہت ہی کم جمع ہوتے ہیں۔ انہوں نے زندگی کے اتنے دائروں میں انتہائی بلند مقام حاصل کیا جس کا حصر مشکل ہے اور ان میں سے کسی ایک دائرے میں ایسی بلندی حاصل کر لینا بڑے سے بڑے انسان کے لئے بھی دائمی فخر کا سامان ہوسکتا ہے۔

پروفیسر مشفق خواجہ لکھتے ہیں کہ

ابوالکلام آزاد ایک فرد کا نام ہی نہیں بلکہ ہندو پاکستان کی گذشتہ نصف صدی کی تہذیبی وثقافتی، علمی وادبی اور مذہبی وسیاسی تاریخ بھی ہے۔ اس انسانی پیکر میں علم وفضل کی ایک دنیا آباد تھی۔ ان کی ہمہ گیر شخصیت علم وکمال کی ان تمام بلندیوں سے آشنا تھی جو کسی بھی انسان کے لئے سرمایہ افتخار ہوسکتی ہیں۔ ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریر وتقریر کے جادو نے نہ صرف یہ کہ علم وادب کی دنیا کو ہم پایہ آسمان کر دیا بلکہ برصغیر ہندو پاکستان کے عوام کو سامراجی حکومت کے مظالم کے خلاف آواز بلند کرنے کی ہمت بھی دلائی۔ وہ ایک قدرِ اول کے انشاپرداز اور بلند خیال مفکر کی حیثیت سے اپنی مثال آپ تھے اور ایک ایسے مقام پر نظر آتے ہیں جہاں وہ تنہا ہیں اور ان کا کوئی حریف نہیں۔

معروف تصانیف

۱۔ تذکرہ (۱۹۱۹ء)
۲۔ جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد (۱۹۱۹ء)
۳۔ مسئلہ خلافت اور جزیرہ العرب (۱۹۲۰ء)
۴۔ قولِ فیصل (دسمبر ۱۹۲۱ء)
۵۔ ترجمان القرآن (جلد اول) (ستمبر ۱۹۳۱ء)
۶۔ ترجمان القرآن (جلد دوم) (اپریل ۱۹۳۶ء)
۷۔ کاروانِ خیال (۱۹۴۶ء)
۸۔ غبارِ خاطر (۱۹۴۶ء)

مختصر تعارف

مولانا کی تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

تذکرہ

اس کتاب کی ابتداء میں مولانا نے اپنے آبائی ونھیالی خاندان کی مختصر تاریخ بیان کی ہے۔ اس کے بعد شیر شاہی اور سلیم شاہی عہد کے اولیاء اللہ کے آلام ومصائب اور امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ کے مصائب کا ذکر کیا ہے اور آخر میں اپنے کچھ حالات بھی لکھے ہیں۔

یہ کتاب اردو ادب کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے یہ کتاب اپنے زمانہ نظر بندی رانچی (بہار) میں مرتب کی تھی۔

پروفیسر ضیا احمد بدایونی لکھتے ہیں کہ

تذکرہ مولانا آزاد کے ابتدائی عہد کی تصنیف ہے اور اردو ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ تذکرہ میں ایسی ادبی خصوصیات ہیں جو پورے طور پر مصنف کی بقائے دوام کی ضامن ہیں۔ اس لئے ہماری زبان کے نامور شاعر و ادیب نے عین حقیقت کی ترجمانی کی تھی جب کہا تھا۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

تذکرہ پہلی بار ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی۔ مطبوعہ البلاغ پریس کلکتہ۔

جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد

(مساجد میں غیر مسلموں کے داخلے کا مسئلہ)

یہ تحریر پہلے معارف اعظم گڑھ کے مئی و جون ۱۹۱۹ء کے دو شماروں میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کو کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس میں بدلائل شرعیہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے اذن سے غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اور مساجد کی مجالس میں ان کو شریک کیا جا سکتا ہے۔ نیز آداب مسجد اور آیت (انما المشرکون نجس الخ) کی تفسیر بڑے عمدہ انداز میں کی ہے۔

مسئلہ خلافت اور جزیرہ عرب

پراونشل خلافت کانفرنس کے اجلاس آگرہ (۲۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء) مولانا نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔

اس خطبہ میں مولانا نے خلافت کی لغوی اور اصطلاحی تشریح کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ خلافت علی الارض صرف یہ ہے کہ اللہ کی عبادت دنیا میں قائم کی جائے اور برائی سے نوع انساں کے دلوں اور ہاتھوں کو روک دیا جائے۔ اس کے بعد اس خطبہ میں جزیرہ عرب پر تفصیل سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشنی ڈالی ہے۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم لکھتے ہیں کہ

یہی خطبہ تھا جو ترکِ موالات کی پوری تحریک میں مسلمانوں کے لئے روشنی کی قندیل بنا رہا۔ اسی سے خلافت اور جزیرۃ العرب کے تقدس کے لئے شرعی، عقلی اور سیاسی دلیلیں حاصل کی گئیں۔ اسی سے مسلمانوں کو ملی، قومی اور اجتماعی فرائض معلوم ہوئے۔

مولانا آزاد نے خالصۃً کتاب وسنت کے نصوص سے سب کچھ پیش کیا مگر وقت کے خاص ماحول خاص تقاضوں اور خاص ضرورتوں کے پیش نظر جس کمال بلوغ نظر سے قوم وملت کو کتاب وسنت کی روشنی دکھائی اور اس کے مطابق چلنے کی دعوت دی۔ اس کی کوئی مثال ذخیرۂ ماضی سے سامنے لانا مشکل ہے۔

طبع اول ۱۹۲۰ء مطبوعہ البلاغ پریس کلکتہ۔

قولِ فیصل

مولانا کو ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو گرفتار کیا گیا۔ ایک سال قید کی سزا ہوئی اور یہ سزا آپ نے پریسیڈنسی جیل علی پور میں کاٹی۔ اسی مقدمے میں مولانا نے ایک تحریری بیان دیا تھا اور اس بیان کا نام آپ نے ''قولِ فیصل'' رکھا۔

اس کا عربی ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے ''ثورالہند السیاسۃ'' کے نام سے کیا اور قاہرہ سے شائع ہوا۔

ترکی زبان میں اس کا ترجمہ ''ماہنامہ جہان اسلام'' کے مدیر عمر رضا نے کیا تھا جو قسطنطنیہ (استنبول) سے شائع ہوا۔

طبع اول ۱۹۲۱ء مطبوعہ البلاغ پریس کلکتہ۔

ترجمان القرآن

ترجمان القرآن (جلد اول) (از ابتداء تا سورۃ الانعام)

جید برقی پریس دہلی۔ ستمبر ۱۹۳۱ء

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمان القرآن (جلد دوم) (از سورۃ الاعراف تا سورۃ المومنون)

مدینہ برقی پریس بجنور۔ اپریل ۱۹۳۶ء

جلد اول کے شروع میں ایک دیباچہ اور مقدمہ ہے جس میں ترجمہ اور تفسیر کی اہمیت اور نزول وحی وغیرہ پر بحث ہے۔ یہ تفسیر بہت مفید ہے۔ اس میں مجتہدانہ غور وفکر کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ

> اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق مولانا ابوالکلام آزاد کے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' نے پیدا کیا اور جس اسلوب بلاغت، کمال انشا پردازی اور زورِ تحریر کے ساتھ انہوں نے انگریزی خواں نوجوانوں کے سامنے قرآن پاک کی آیتوں کو پیش کیا، اس نے ان کے لئے ایمان ویقین کے نئے نئے دروازے کھول دیئے اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معانی ومطالب کی بلندی اور وسعت کو پوری طرح نمایاں کر دیا۔
>
> (معارف اکتوبر ۱۹۳۲ء)

ترجمان القرآن کی تیسری جلد جو سورۃ نور تا آخر سورۃ والناس تک تھی اور اس کے ساتھ ایک جامع علمی وتحقیقی مقدمہ جو قرآن حکیم کے ۲۴ بنیادی مباحث پر مشتمل تھا، طباعت کا انتظام ہو رہا تھا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔ بالفعل اس کا سراغ نہیں ملتا۔ (مولانا غلام رسول مہر)

کاروانِ خیال

مولانا آزاد کے خطوط کا مجموعہ۔ یہ خطوط مولانا حبیب الرحمان خان شروانی کے نام لکھے گئے۔ یہ کتاب ۱۸ خطوط کا مجموعہ ہے جن میں ۸ خطوط مولانا آزاد کے ہیں اور ۱۰ خطوط مولانا شروانی کے ہیں۔

یہ کتاب محمد عبدالشاہد خاں شروانی نے مرتب کی۔ طبع اول ۱۹۴۶ء

غبارِ خاطر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا آزاد کے ۲۴ خطوط کا مجموعہ جو آپ نے قلعہ احمد نگر کی اسیری کے زمانہ میں مولانا حبب الرحمان خان شروانی کے نام احمد نگر جیل سے لکھے۔

غبارِ خاطر اردو ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

شورش کاشمیری لکھتے ہیں کہ

غبارِ خاطر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مولانا کے طرزِ تحریر کا جادو بولتا چالتا اور ان کے حسن بیان کا آہو چوکڑیاں بھرتا دکھائی دیتا ہے۔

ڈاکٹر خلیل الرحمان اعظمی لکھتے ہیں کہ

غبارِ خاطر ایک ایسا پردہ ہے جس پر ابوالکلام کی روح پورے طور پر جلوہ گر ہوتی ہے۔

غبارِ خاطر پہلی بار ۱۹۴۶ء میں حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی سے شائع ہوئی۔

مولانا آزاد کی تصانیف

الہلال اور البلاغ سے بیشتر اہل قلم نے مختلف موضوعات کے تحت کتابیں مرتب کر کے شائع کیں۔ ان کی ایک مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ مولانا غلام رسول مہر

نقش آزاد۔ تبرکاتِ آزاد۔ انبیائے کرام۔ میرا عقیدہ۔ رسولِ رحمت (ﷺ)

۲۔ ڈاکٹر ابوسلیمان شاہجہان پوری

ارمغانِ آزاد۔ مکاتیب ابوالکلام آزاد۔ نقوش و آثار

۳۔ انور عارف

آزاد کی تقریریں۔

۴۔ ضیاء الحسن فاروقی

البیرونی اور جغرافیہ عالم

۵۔ ڈاکٹر عبداللطیف

تصوراتِ قرآن (انگریزی) ترجمہ سید اختر حسن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۔ محمد اجمل خاں

ملفوظاتِ آزاد۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے نام ادبی خطوط و جوابات آزاد

۷۔ سید مسیح الحسن

حواشی ابوالکلام آزاد

۸۔ عبداللہ بٹ

مقالاتِ آزاد

۹۔ عمر فریدی

طنزیاتِ آزاد

۱۰۔ محمود الحسن صدیقی

مضامین البلاغ

۱۱۔ عبدالقوی ویسنوی

مضامین لسان الصدق

۱۲۔ محمد عبدالرحمان سعید

داستانِ کربلا

۱۳۔ ابن رائے

اسلام کا نظریہ جنگ

۱۴۔ ظہیر احمد خاں

نوادر ابوالکلام آزاد

۱۵۔ رئیس احمد جعفری

آزادیٔ ہند (انڈیا ونز فریڈم کا اردو ترجمہ)

۱۶۔ پروفیسر محمد محبوب

ہماری آزادی (انڈیا ونز فریڈم کا اردو ترجمہ)

۱۷۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی بروایت ملیح آبادی

غیر مطبوعہ تصانیف

مولانا ابوالکلام آزاد جب بھی اسیر زنداں ہوتے تھے، پولیس ان کے مکان کی تلاشی لیتی تھی اور تلاشی کے دوران ان کی کتابوں کے مسودات اور تمام ضروری کاغذات اٹھا کر لے جاتی تھی۔ دو دفعہ رانچی میں اور تین دفعہ کلکتہ میں ان کے مکانوں کی تلاشی ہوئی جس میں ان کے قیمتی مسودات پولیس کی تحویل میں چلے گئے۔ جب آپ حکومت سے ان مسودوں کی واپسی کا مطالبہ کرتے تھے تو ان کو نامکمل مسودات اور کٹے پھٹے کاغذات واپس ہوتے تھے۔ مولانا غلام رسول مہر کی ایک تحریر کے مطابق جو مسودات پولیس لے گئی، جن میں بیشتر ضائع ہو گئے، ان کی تفصیل یہ ہے۔

تاریخ معتزلہ۔ سیرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ خصائص مسلم۔ امثال القرآن۔ ترجمان القرآن (تا سورۃ ہود)۔ تفسیر البیان (تا ابتدا سورۃ النساء)۔ وحدت قوانین کائنات۔ قانون انتخاب طبعی اور معنویت کائنات۔ غالب کے اردو دیوان پر تبصرہ۔ شرف جہاں قزوینی کے دیوان پر تبصرہ۔

آزاد کے الفاظ میں یہ ذخیرہ ''دماغ کا حاصل اور زندگی کا سرمایہ تھا۔''

(الہلال ۲۴ جون ۱۹۲۷ء ص ۳، ۴)

ان کتابوں کے علاوہ درج ذیل کتابوں کا مسودہ بھی ضائع ہو گیا۔

تذکرہ (حصہ دوم)

شیخ احمد سرہندی کے سوانح

سیرت امام احمد بن حنبلؒ

شرح حدیث غربت

ان تصانیف کے علاوہ مولانا آزاد نے الہلال، البلاغ، تذکرہ اور آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی (بروایت ملیح آبادی) میں اپنی کئی تصانیف کا ذکر کیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ تفسیر سورۃ واقعہ۔ (الہلال ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۶ حاشیہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ امثال القرآن۔ (الہلال ۲۴ جون ۱۹۲۷ء صفحہ ۴)

۳۔ تفسیر البیان

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ

یہ مولانا آزاد کی اہم کتاب تھی جسے قرآنِ مجید کے بعض اہم مقامات کی مفصل تفسیر قرار دینا چاہئے۔ اس کے صرف دو نمونے ''ترجمان القرآن'' میں ملتے ہیں۔ اول سورۃ فاتحہ کی تفسیر، دوم اس امر کی تحقیق کہ ذوالقرنین کون تھا۔ مولانا کی تحریرات سے متعدد شہادتیں ملتی ہیں جن کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''البیان'' نہایت اہم حقائق پر مشتمل تھی۔

(مولانا ابوالکلام آزاد صفحہ ۱۷۴)

۴۔ شرح حدیث غربت

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ

یہ حدیث بھی منجملہ جوامع الکلم نبویہ ہے۔ اس میں جس طرح اوائل کا حال دیا ہے، اس طرح اواخر کی بھی کوئی بات نہیں چھوڑی۔ حافظ ابن رجب نے چند صفحوں میں اس کی شرح لکھی ہے لیکن اس میں صرف ایک ہی پہلو پر نظر ڈالی ہے۔

اپنی شرح کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ایک سو صفحہ سے زائد میں ختم ہوئی ہے۔ شرح ہائے غربت تائید و تفصیل اسباب غربت و بحث و تحقیق احادیث متن کے باب انشاء اللہ جامع اور مانع ہوگی۔ اشاعت سے نظر ثانی کا موقع ملا تو بعض مطالب بڑھا دیئے جائیں گے جو کتابیں موجود نہ ہونے کی وجہ سے بالفعل سرانجام نہ پا سکے۔ (تذکرہ طبع اول صفحہ ۲۵۴)

۵۔ فلسفۂ معجزات

اس کتاب کے بارے میں مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ

بعض اشخاص سے حقیقت معجزات پر بحث چھڑ گئی۔ اس لئے اس مسلک پر ایک تحریر لکھنی شروع کی جس سے نبوت، معجزات، معجزے کے دلائل نبوت نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے دلائل، پھر معجزات کی حقیقت، خرقِ عادت کا شرعاً اقتضاء، لاتبدیل لخلق اللہ، فطرۃ اللہ اور سنت اللہ کا طبعی قوانین، مادیہ طبیعیہ میں استعمال وغیرہ وغیرہ مباحث تھے۔

(آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی ص ۳۱۵)

۶۔ ترجمہ نور اللمعہ فی فضائل الجمعہ

احکامِ جمعہ کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) کے رسالہ کا ترجمہ۔

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ص ۲۷۰)

۷۔ تحصیل السعادتین (تذکرہ صفحہ ۱۹۳)

۸۔ اتحاف الخلف

اس کتاب میں سلف امت اور اصحابِ تفویض کے مذہب حق و طریق حکمت اور عقلیاتِ صادقہ و فاضلہ کا اثبات کیا گیا تھا اور اصحابِ تاویل و رائے متکلمین و اتباعِ فلاسفہ کی بے حاصلی واضح کی گئی تھی۔ یہ کتاب ۱۹۱۵ء میں بہ زمانہ قیامِ رانچی مکمل ہو چکی تھی۔

(تذکرہ طبع اول صفحہ ۲۲۰)

۹۔ ایک مستقل رسالہ

اس رسالہ میں یہ بتایا گیا تھا کہ ازروئے قرآن اقوال وملل کے مراتب ہدایت و ضلالت کیا ہیں۔ یہ رسالہ ۱۹۱۲ء میں بغرض طباعت حوالہ مطبع ہو چکا تھا۔ (الہلال ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء ص ۶ حاشیہ)

۱۰۔ الکلم الطیب (تذکرہ طبع اول صفحہ ۲۲۰)

۱۱۔ احسن المسالک

اس کتاب کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں کہ

صوفی ازم اور طریق ریاضت کے مختلف اسکولوں کی تشریح ہے۔

۱۲۔ سیرۃ طیبہ ماخوذ ان قرآن مجید

(تذکرہ طبع اول صفحہ ۱۸۲، ۱۸۷، ۱۸۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ حکیم خاقانی (ماہنامہ مخزن اگست ۱۹۰۲ء)

۱۴۔ تذکرہ آبِ حیات

(آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی صفحہ ۲۲۶)

۱۵۔ سیرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (الہلال ۲۴ جون ۱۹۲۷ء صفحہ ۴)

۱۶۔ سیرت مجدد الف ثانیؒ (تذکرہ طبع اول صفحہ ۲۴۱)

۱۷۔ سیرت امام احمد بن حنبلؒ

(تذکرہ طبع اول صفحہ ۱۸۲، ۱۸۷، ۱۸۸)

۱۸۔ شرف جہاں قزوینی کے دیوان پر تبصرہ

(الہلال ۲۴ جون ۱۹۲۷ء)

۱۹۔ مثنوی نل و دمن

اس کتاب کے سند میں مولانا لکھتے ہیں کہ

اس زمانہ میں فارسی شاعری کی طبیعت کو توجہ ہوئی اور ''نل و دمن'' کے وزن پر ایک مثنوی لکھنا شروع کی۔

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی صفحہ ۲۴۳)

۲۰۔ دیوانِ غالب اردو پر تبصرہ

(الہلال ۲۴ جون ۱۹۲۷ء)

۲۱۔ فرہنگ جدید

یہ کتاب فارسی لغات کی جدید تحقیق پر مشتمل ہے۔ اس میں لغات، مجاہدات اور صلات کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

(آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی صفحہ ۲۲۶)

۲۲۔ کشش مادہ اور کشش عشق

اس کتاب کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں کہ

اس میں دکھلایا گیا ہے کہ جس طرح عالم مادہ ہے، اسی طرح جذبات کا عالم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور دونوں کے قوانین یکساں ہیں۔

(آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی صفحہ ۲۸۲)

۲۳۔ مضنون

یہ کتاب امام غزالی کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے۔

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی صفحہ ۲۷۴)

۲۴۔ العلوم الجدیدہ والاسلام

(اخبار الپنچ بانکی پور پٹنہ ۲۴ جون ۱۹۰۳ء)

۲۵۔ الہیئۃ

اس کتاب کے بارے میں مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ

جدید اسٹرانومی کے تمام اصول مسلمان حکماء دریافت کر چکے تھے اور قدیم یونان، مصر اور ہندوستان کے عقائد کے برخلاف انہوں نے جدید نظامِ شمسی کے اصول تسلیم کر لئے تھے۔

(ذکر آزاد صفحہ ۲۲۸)

۲۶۔ تہافۃ الفلاسفہ

یہ کتاب امام غزالیؒ کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے۔

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی صفحہ ۲۱۶)

۲۷۔ القول الثابت (تذکرہ صفحہ ۲۲۰)

۲۸۔ سیرت ابن تیمیہؒ (تذکرہ ص ۱۸۲، ۱۸۷، ۱۸۸)

۲۹۔ تاریخ معتزلہ (الہلال ۲۴ جون ۱۹۲۷ء صفحہ ۴)

مولانا محمد مستقیم سلفی

مولانا محمد مستقیم سلفی جامعہ سلفیہ بنارس میں حدیث کے استاد ہیں۔ انہوں نے ''جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے جو بڑے سائز کے ۸۵۶ صفحات پر محیط ہے۔ شعبان ۱۴۱۲ھ مطابق فروری ۱۹۹۲ء مطبع سلفیہ بنارس سے شائع ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے درج ذیل مولانا آزاد کی کتابوں کا ذکر اپنی اس کتاب میں کیا ہے اور صرف کتاب کے نام پر اکتفا کیا ہے اور اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ بعض کتابوں کا ایک دو سطر میں تعارف بھی کرایا ہے۔

تفصیل کتب

۱۔ حقیقت فنا و بقا	۲۔ طریقہ حج
۳۔ قربانی	۴۔ خصائص مسلم
۵۔ قرآن کا قانون	۶۔ اسلامی مسائل
۷۔ عروج و زوال	۸۔ حافظ شیرازی
۹۔ عمر خیام	۱۰۔ حضرت یوسفؑ
۱۱۔ حیاتِ سرمد	۱۲۔ چہار مقالہ
۱۳۔ دیوانِ غزلیات	۱۴۔ ہجر و وصال
۱۵۔ معارف النغمات	۱۶۔ فلسفہ
۱۷۔ اسلام کا نظریہ جہاد	۱۸۔ اعلان الحق
۱۹۔ خلافت اسلامیہ	۲۰۔ اسلام کے سیاسی تصورات
۲۱۔ اسلامی توحید اور مذاہب عالم	۲۲۔ عیسائیت کا مسئلہ
۲۳۔ تصریحاتِ آزاد	۲۴۔ افکارِ آزاد

خطباتِ آزاد

مولانا آزاد ایک عظیم خطیب تھے۔ اس پائے کا مقرر اور خطیب صدیوں سے پیدا نہیں ہوا۔

مولانا نصر اللہ خاں عزیز لکھتے ہیں کہ

ابوالکلام کے خطبہ کو پڑھ۔ اس میں بجلی کی کڑک، رعد کی گرج، دریا کی روانی، سبزہ زاروں کی طراوت، پہاڑوں کا شکوہ، گلستانوں کا جمال، ناہید کا نغمہ،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ اس طرح حسین تناسب کے ساتھ گھلا ملا ہوا ملے گا کہ انسان محسوس کرے گا، میں وادیٔ کشمیر کی سیر کر رہا ہوں۔

مالک رام لکھتے ہیں کہ

مولانا ابوالکلام کو قدرت کی طرف سے وہ تمام صفات اور صلاحیتیں وافر مقدار میں ملی تھیں جو کامیاب خطیب بننے کے لئے درکار ہیں۔ عالی نسبی ایسی کہ صدیوں سے ان کا خاندان زہد و ورع اور رشد و ہدایت کا مرکز رہا تھا۔

مولانا آزاد ذاتی وجاہت اور مردانہ حسن کا نمونہ تھے۔ ان کے علم و فضل اور عربی و فارسی پر قدرت کے سب معترف ہیں۔ طلاقت زبان اور قوتِ بیان کے ساتھ انہیں بے مثال حافظے کی نعمت بھی حاصل تھی اور یہی چیزیں کامیاب اور مؤثر خطابت کے اجزائے ترکیبی ہیں۔

خطباتِ آزاد کا مجموعہ جس میں ۱۵ خطبات شامل ہیں ساہتیہ اکیڈمی دہلی نے مالک رام کے حواشی کے ساتھ ۱۹۷۴ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۳۶ ہے۔

اس کتاب میں جو خطبات درج ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ اتحاد اسلامی	کلکتہ	۱۲ اکتوبر ۱۹۱۴ء
۲۔ افتتاحِ مدرسہ اسلامیہ	کلکتہ	۱۳ دسمبر ۱۹۲۰ء
۳۔ مجلس خلافت	آگرہ	۲۵ اگست ۱۹۲۱ء
۴۔ مجلس خلافت	آگرہ	۲۶ اگست ۱۹۲۱ء
۵۔ جمعیۃ العلماء ہند	لاہور	۱۸ نومبر ۱۹۲۱ء
۶۔ جمعیۃ العلماء ہند	لاہور	۱۸ نومبر ۱۹۲۱ء
۷۔ انڈین نیشنل کانگرس	دہلی	۱۵ دسمبر ۱۹۲۲ء
۸۔ آل انڈیا خلافت کانفرنس	کان پور	۲۹ دسمبر ۱۹۲۲ء
۹۔ جمعیۃ اہلحدیث	کلکتہ	ستمبر ۱۹۳۴ء
۱۰۔ ہندوستان کمیٹی بہار	پٹنہ	۱۹۳۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ انڈین نیشنل کانگرس	رام گڑھ	مارچ ۱۹۴۰ء
۱۲۔ عربی نصاب کمیٹی	لکھنؤ	۲۲ فروری ۱۹۴۷ء
۱۳۔ روابط بین ایشیائی کانفرنس	نئی دہلی	مارچ ۱۹۴۷ء
۱۴۔ مسلمانانِ دہلی کا یادگار اجتماع	نئی دہلی	اکتوبر ۱۹۴۷ء
۱۵۔ مہاتما گاندھی کی یادگار	نئی دہلی	فروری ۱۹۴۸ء

خطباتِ آزاد کی ترتیب اس طرح ہے۔

مقدمہ	صفحہ ۵ تا ۱۰
فہرست خطبات	صفحہ ۱۱ تا ۱۲
خطبات	صفحہ ۱۳ تا ۳۵۰
حواشی از مرتب مالک رام	صفحہ ۳۵۳ تا ۴۰۷
فہارس از مرتب مالک رام	
۱۔ آیاتِ قرآن	صفحہ ۴۱۱ تا ۴۱۹
۲۔ احادیث نبوی	صفحہ ۴۲۰ تا ۴۲۱
۳۔ اعلام	صفحہ ۴۲۲ تا ۴۲۶
۴۔ بلاد و اماکن	صفحہ ۴۲۷ تا ۴۳۱
۵۔ کتب و رسائل	صفحہ ۴۳۲ تا ۴۳۳
۶۔ ماخذ و حواشی	۴۳۴ تا ۴۳۶

مالک رام کے حواشی علمی و ادبی حیثیت سے نہایت مفید، معلومات افزا اور اہل علم و تحقیق کے لئے ایک عمدہ تحفہ ہیں۔

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب ۲

مولانا ابوالکلام آزاد کی قرآنی بصیرت

ترجمان القرآن خود مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر میں

میرا یقین ہے کہ مسلمانوں کی زندگی اور سعادت کے لئے سرچشمہ حیات، حقیقت قرآنی کا انبعاث ہے اور میں نے کوشش کی ہے کہ اس کے فہم و بصیرت کا دروازہ ان پر کھل جائے۔ میں ترجمان القرآن شائع کرتے ہوئے محسوس کرتا ہوں کہ اس کے بارے میں جو کچھ میرا فرض تھا، توفیق الٰہی کی دستیاری سے میں نے ادا کر دیا۔ اب اس کے بعد جو کچھ ہے۔ وہ مسلمانوں کا فرض ہے اور یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ انہیں اداءِ فرض کی توفیق دے۔

حدیث عشق و مستی زمن بشنو نہ از واعظ
کہ باجام سبو ہر شب ترین ماہ و پرویم

(ابوالکلام آزادؒ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمان القرآن مولانا سید سلیمان ندوی کی نظر میں

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق ابوالکلام آزاد کے الہلال اور البلاغ نے پیدا کیا اور جس اسلوبِ بلاغت کمال انشاپردازی اور زورِ تحریر کے ساتھ انہوں نے انگریزی خواں نوجوانوں کے سامنے قرآن پاک کی آیتوں کو پیش کیا۔ اس نے ان کے لئے ایمان و یقین کے نئے نئے دروازے کھول دیئے اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معانی و مطالب کی بلندی اور وسعت کو پوری طرح نمایاں کر دیا۔

ترجمان القرآن وقت کی ایک اہم چیز ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو گھر گھر پھیلایا جائے اور نوجوانوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے اور ہر اسلامی دارالمطالعہ میں اس کا ایک نسخہ منگوا کر رکھا جائے۔

(سید سلیمان ندویؒ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمان القرآن مولانا محمد حنیف ندویؒ کی نظر میں

مولانا آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن کی دو ضخیم جلدیں اہل علم اور اصحاب فکر سے مدت ہوئی داد حاصل کر چکی ہیں۔ ان کے اسلوب فہم و ادراک کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی شخصیت کے بارے میں اس تجزیئے پر غور کر لیا جائے کہ گو وہ اس دور میں پلے بڑھے اور آفتاب علم بن کر چمکے لیکن ان کے قلم پر صدیوں کی علمی و تہذیبی روایات مچل رہی ہیں۔ ان کا علمی رابطہ جہاں اسلاف کی عظیم شخصیتوں سے استوار ہے، وہاں دور حاضر کے رجحانات، علوم اور تحریکوں سے بھی ان کی شناسائی مسلم ہے۔ ان کے مطالعے و تحقیق کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، کلام، تاریخ، ادب اور فلسفے کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو ان کی نظروں سے اوجھل ہو، یہ جب بھی کسی فن یا موضوع پر بات کرتے ہیں تو ایسی جچی تلی اور مجتہدانہ کہ اس پر کسی بھی اضافے کا امکان باقی نہیں رہتا۔

(محمد حنیف ندویؒ)

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمان القرآن مولانا غلام رسول مہر کی نظر میں

مترجمین قرآن کا عام دستور یہ تھا کہ وہ آیات کا مطالب اردو میں منتقل کرتے تھے اور ساتھ ساتھ حاشیے پر بعض ضروری مطالب کی تشریح فرما دیتے تھے جنہیں عموماً ''فوائد'' کا نام دیا جاتا تھا۔ مولانا نے اس کے بجائے حواشی کا طریقہ اختیار کیا یعنی ترجمے کے ساتھ ساتھ ہر ضروری مقام پر وہ ذرا اخفی عبارت میں تشریحات لکھتے گئے جو مختلف آیات کے ضروری نکات پر مشتمل تھیں۔ انہیں تفسیر نہیں کہا جا سکتا۔ ترجمے اور تفسیر کے درمیان کی چیز قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر خوانندۂ ترجمان غور و توجہ سے کام لے تو یہ تشریحات اسے بڑی حد تک تفسیر سے بے نیاز کر سکتی ہیں یا کم از کم ان سوالات کا جواب بن سکتی ہیں جو مطالعہ ترجمہ کے دوران میں اس کے سامنے آئیں گے اور جب تک تشفی بخش جواب نہ ملے گا۔ اس کی طبیعت مطمئن نہ ہوگی۔

(غلام رسول مہر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمان القرآن مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی نظر میں

علمی طور پر مولانا کے بہت عظیم الشان کارنامے ہیں لیکن ان کا سب سے بڑا اور عظیم ترین کارنامہ ہے ترجمان القرآن، جو مولانا کی تفسیر ہے۔

پھر مولانا آزاد نے سورۃ فاتحہ کی جو تفسیر لکھی ہے، وہ کس قدر اہم ہے اس میں مولانا کی وہبت اور اندازِ خطابت عروج پر ہے۔ مولانا کا ذہن وفکر امام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگردِ رشید حافظ ابن قیمؒ سے شروع ہی سے بہت متاثر تھا۔ ان دونوں ائمہ سلف کے افکار کا مولانا آزاد کے دماغ پر بڑا غلبہ تھا۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں مولانا آزاد نے اللہ کی ربوبیت، اس کی رحمت اور اس کی ہدایت پر جو بحثیں کی ہیں، اس میں کافی حد تک امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف سے استفادہ کیا ہے لیکن مولانا آزاد کا اپنا خاص اسلوبِ نگارش ہے جو دل کو موہ لیتا ہے اور اس کے مطالعہ سے ذہن وقلب پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(سعید احمد اکبر آبادیؒ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمان القرآن سید اصغر بخاری کی نظر میں

قرآن پاک کے ترجمہ وتفسیر میں جامع اور اکمل طریقہ وضع کرنے میں مولانا کو جو انفرادیت حاصل ہوئی اور طرزِ ادا اور حسن تکلم کے ساتھ ساتھ معانی اور حقائق کی یہ ساری خوبیاں جو ترجمان القرآن کے صفحات میں مرتسم ہوگئیں، یہ ایک اتفاقی حادثہ نہ تھا بلکہ اس میں مولانا کی دقت نظر، عربی زبان سے ان کا فطری لگاؤ اور مناسبت، ان کی نکتہ شناسی اور سب سے بڑھ کر قرآن پاک کے مطالب ومفاہیم میں ان کے مسلسل انہماک اور استغراق کو دخل ہے۔

(سید اصغر بخاری)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالکلام آزاد کی قرآنی بصیرت

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے علم وفضل کے اعتبار سے بلند مرتبہ و مقام کے حامل تھے۔ آپ ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ مفکر، صاحب فہم وبصیرت، مجتہد، فقیہ، ادیب، نقاد، مبصر، خطیب ومقرر، مفسر قرآن، محدث، مورخ، محقق، سیاستدان اور مصنف تھے۔ آپ جامع الکمالات تھے اور فطرتاً عبقری تھے۔ وہ ہر میدان میں اپنا ایک الگ مقام اور امتیازی شان رکھتے تھے۔ ان کا علم وفضل مسلم تھا۔ مولانا ظفر علی خان نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا۔

جہانِ اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

نثر میں ان کا کوئی حریف نہیں تھا۔ مولانا حسرت موہانی فرماتے ہیں۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزا نہ رہا

خطابت میں آپ کا کوئی حریف نہیں تھا۔ حسرت فرماتے ہیں۔

سب ہو گئے چپ بس ایک حسرت
گویا ہیں ابوالکلام آزاد

قرآن مجید سے متعلق مولانا آزاد کی تصانیف

مولانا آزاد نے قرآن مجید سے متعلق جو کتابیں تصنیف کیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمان القرآن

یہ دو جلدوں میں ہے۔ پہلی جلد سورۃ فاتحہ تا سورۃ انعام ہے۔ اس کے شروع میں ایک دیباچہ اور مقدمہ ہے۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر بڑی شرح وبسط سے لکھی ہے۔ دوسری جلد سورۃ اعراف تا سورۃ المومنون ہے۔

پہلی جلد ستمبر ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی اور دوسری جلد اپریل ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔

سورۃ واقعہ کی تفسیر

اس کا تذکرہ مولانا نے الہلال ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں کیا ہے۔ اس کا مسودہ ضائع ہو گیا۔

امثال القرآن

اس کا ذکر الہلال ۲۴ جون ۱۹۲۷ء میں ہے۔

مولانا کو جب صوبہ بدر کیا گیا اور آپ رانچی بہار چلے گئے تو پولیس نے آپ کے مکان کی تلاشی لی اور تمام کاغذات اٹھا کر لے گئی۔ اس میں یہ مسودہ بھی شامل تھا جو ضائع ہو گیا۔

تفسیر البیان

(از ابتداء تا سورۃ النساء) یہ مسودہ بھی ضائع ہو گیا۔

ام الکتاب

تفسیر سورۃ فاتحہ۔ ترجمان القرآن سے علیحدہ بھی کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔

سورۃ فاتحہ کی تفسیر مولانا آزاد کا عظیم شاہکار ہے۔

مولانا آزاد کا ذہن وفکر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے تلمیذ رشید حافظ ابن قیمؒ سے شروع ہی سے متاثر تھا۔ ان دونوں ائمہ سلف کے افکار ونظریات کا مولانا آزاد کے دماغ پر بہت زیادہ اثر تھا اور ان دونوں ائمہ کرام کی تمام مطبوعہ تصانیف مولانا کے ذاتی کتب خانہ میں موجود تھیں اور مولانا کے مطالعہ میں آئی تھیں۔

تفسیر سے متعلق امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی کتابیں مولانا آزاد کے مطالعہ میں آئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔

تفسیر سورۃ فاتحہ میں مولانا آزاد نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اس کی رحمت اور اس کی ہدایت پر جو بحثیں کی ہیں وہ سب شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی کتب تفاسیر سے ماخوذ ہیں۔

اصحابِ کہف

سورۂ کہف کی تفسیر مولانا نے بڑی شرح و بسط سے کی ہے۔ اس میں اصحابِ کہف اور الرقیم اور ذوالقرنین پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔

مولانا آزاد نے قرآن مجید میں درج تاریخی واقعات کو بڑی تحقیق سے لکھا ہے۔

اصحاب کہف اور الرقیم کے بارے میں مولانا نے اپنا یہ نظریہ قائم کیا کہ

> اردن میں عمان کے پاس جو پہاڑیاں ہیں، ان میں بے شمار کہف یعنی غار پائے جاتے ہیں۔ ان میں ایک کہف (غار) ایسا ہے جو بالکل اسی کہف کا مصداق ہے جس کا قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

الرقیم کے بارے میں مولانا کی تحقیق یہ ہے کہ

> ایک پادری کو ایک غار میں مٹکہ میں رکھے ہوئے کچھ کاغذات ملے تھے۔ مولانا نے ان کاغذات کی دستیابی کی داستان لکھی ہے۔

ذوالقرنین کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں کہ

> ذوالقرنین کے نام سے قرآن مجید میں جس شخصیت کا ذکر آیا ہے، وہ ایک خدا شناس اور خدا ترس شخصیت تھی جبکہ سکندر مقدونی ان اوصاف سے صرف محروم ہی نہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس اوصاف کا حامل تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ

> ذوالقرنین سکندر مقدونی ہو ہی نہیں سکتا بلکہ وہ ایران کا ایک نیک خصلت بادشاہ کیخسرو تھا۔

ذوالقرنین کے متعلق مولانا آزاد کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کے ناشرین نے اصحاب کہف پر تحقیق علیحدہ کتابی صورت میں شائع کر دی ہے۔

باقیات ترجمان القرآن

الہلال اور البلاغ میں مولانا آزاد نے اپنے ایک مقالہ میں قرآن مجید کی مختلف آیات (سورۃ نور تا ناس) کی تفسیر لکھی ہے۔ ان کو باقیات ترجمان القرآن کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ جن حضرات نے ان کو مرتب کیا ہے، ان میں مولانا غلام رسول مہر، سید اصغر بخاری اور عبدالمومن منصور احمد شامل ہیں۔

مولانا غلام رسول مہر کی مرتب کردہ باقیات ترجمان القرآن شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجر کتب لاہور نے ۱۹۶۱ء میں شائع کی۔ یہ کتاب ۱۱۰ صفحات پر مشتمل ہے اور شروع میں ۷۸ صفحات کا ایک جامع و علمی و تحقیقی مقدمہ ہے۔

سید اصغر علی بخاری کی باقیات ترجمان القرآن مکتبہ اشاعت ادب لاہور نے شائع کی۔ شروع میں ۱۸ صفحات میں بخاری صاحب نے مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔

عبدالمومن منصور احمد نے ۱۹۸۲ء میں باقیات ترجمان القرآن شائع کی اور اس کا نام ترجمان القرآن جلد سوم رکھا۔ اس کے حواشی اور توضیحی نوٹ مولانا محمد عبدہ الفلاح مرحوم نے لکھے۔

ترجمان القرآن جلد سوم

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں کہ

> ترجمان القرآن جلد سوم اور مقدمہ کی جو قرآن حکیم کے ۲۴ بنیادی مباحث پر مشتمل ہے، طباعت کا انتظام ہو رہا تھا کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔ بالفعل اس کا سراغ نہیں ملتا۔ (ابوالکلام آزاد مرتبہ افضل حق قریشی ص ۷۸)

تفسیر سورۃ فاتحہ

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کی یہ سب سے پہلی سورت ہے۔ ''فاتحہ الکتاب'' کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ یہ قرآن کی تمام سورتوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ قرآن میں ایک جگہ اسے ''سبع من المثانی'' کہا گیا ہے یعنی سات دہرائی جانے والی چیزیں، چونکہ یہ سورت سات آیتوں کا مجموعہ ہے اور ہمیشہ نماز میں دہرائی جاتی ہے، اس لئے اسے ''السبع المثانی'' بھی کہتے ہیں۔

علاوہ بریں احادیث و آثار میں اس کے اور نام بھی آئے ہیں مثلاً ام الکتاب، الکافیہ، الکنز، اساس القرآن۔

عربی میں ''ام'' کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا ہے جو ایک طرح کی جامعیت رکھتی ہوں یا بہت سی چیزوں میں مقدم ہوں یا اوپر کی کوئی چیز ہو جس کے نیچے بہت سے توابع ہوں۔ ''ام القرآن'' کا یہ مطلب ہوا کہ اس سورت میں مطالب قرآنی کی جامعیت و مرکزیت ہے یا عام سورتوں میں اس کی جگہ نمایاں اور مقدم ہے۔ اساس کے معنی بنیاد کے ہیں۔ ''الکافیہ'' کے معنی کفایت کرنے والی چیز، اور ''الکنز'' کے معنی ''خزانہ۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس کے مثل کوئی سورت نہیں۔

دوسری روایت میں اسے سب سے بڑی سورت اور سب سے بہتر سورت فرمایا۔

فاتحہ کے مطالب سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی تمام سورتوں میں دین حق کے جو مقاصد تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں، اس سورۃ میں بہ شکل اجمالاً بیان کئے گئے ہیں۔ کوئی شخص کتنا ہی نادان اور ان پڑھ ہو لیکن ان سات چھوٹی چھوٹی آیتوں کو یاد کر لینا اور ان کا سیدھا سادا مطلب ذہن میں بٹھا لینا اس کے لئے کچھ دشوار نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اس سے زیادہ قرآن نہ پڑھ سکا جب بھی اس نے دین حق کا بنیادی سبق لے لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان کے لئے اس سورۃ کا سیکھنا اور پڑھنا ناگزیر ہوا اور نماز کی دعا اس کے سوا کوئی نہ ہوسکی۔

لاصلوٰۃ اِلّابفاتحۃ الکتاب (صحیحین)

اور اسی لئے صحابہ کرامؓ اسے ''سورۃ الصلوٰۃ'' کے نام سے پکارتے تھے یعنی وہ سورت جس کے بغیر نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ ایک انسان اس سے زیادہ قرآن میں سے جس قدر پڑھے اور سیکھے، مزید معرفت و بصیرت کا ذریعہ ہوگا لیکن اس سے کم کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

(ترجمان القرآن ۱/۵۶۔۵۷)

دین کا ماحصل

مولانا فرماتے ہیں۔

دین حق کا تمام تر ماحصل کیا ہے۔ جس قدر غور کیا جائے ان چار باتوں سے باہر کوئی بات دکھائی نہ دے گی۔

(۱) خدا کی صفات کا ٹھیک ٹھیک تصور، اس لئے کہ انسان کو خدا پرستی کی راہ میں جس قدر ٹھوکریں لگی ہیں، صفات ہی کے تصور میں لگی ہیں۔

(۲) قانونِ مجازات کا اعتقاد یعنی جس طرح دنیا میں ہر چیز کا ایک خاصہ اور قدرتی تاثیر ہے، اسی طرح انسانی اعمال کے بھی معنوی خواص اور نتائج ہیں۔ نیک عمل کا نتیجہ اچھائی ہے، برے کا برائی۔

(۳) معاد کا یقین، یعنی انسان کی زندگی اسی دنیا میں ختم نہیں ہو جاتی، اس کے بعد بھی زندگی ہے اور جزا کا معاملہ پیش آنے والا ہے۔

(۴) فلاح وسعادت کی راہ اور اس کی پہچان۔

اب غور کرو۔ ان باتوں کا خلاصہ اس سورۃ میں کس خوبی کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ ایک طرف زیادہ سے زیادہ مختصر حتیٰ کہ گنے ہوئے الفاظ ہیں۔ دوسری طرف ایسے جچے تلے الفاظ کہ ان کے معانی سے پوری وضاحت اور دل نشینی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوگئی ہے۔ ساتھ ہی نہایت سیدھا سادہ بیان ہے۔ کسی طرح پیچ وخم نہیں۔ کسی طرح کا الجھاؤ نہیں۔

(ترجمان القرآن ۱/ ۵۷)

مجمل تفسیر

مولانا نے سورۃ فاتحہ کی مجمل تفسیر درج ذیل الفاظ میں کی ہے۔ فرماتے ہیں:

(۱) خدا کے تصور کے بارے میں انسان کی ایک بڑی غلطی یہ رہی ہے کہ اس تصور کو محبت کی جگہ خوف و وحشت کی چیز بنالیتا تھا۔ سورۃ فاتحہ کے سب سے پہلے لفظ نے اس گمراہی کا ازالہ کر دیا ہے۔

اس کی ابتداء حمد کے اعتراف سے ہوئی ہے۔ حمد ثناء جمیل کو کہتے ہیں یعنی اچھی صفتوں کی تعریف کرنے کو۔ ثناء جمیل اسی کی کی جاسکتی ہے جس میں خوبی و جمال ہو۔ پس حمد کے ساتھ خوف و دہشت کا تصور جمع نہیں ہوسکتا۔ جو ذات محمود ہوگی، وہ خوفناک نہیں ہوسکتی۔

پھر حمد کے بعد خدا کی عالمگیر ربوبیت، رحمت اور عدالت کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح صفاتِ الٰہی کی ایک مکمل شبیہ کھینچ دی ہے جو انسان کو وہ سب کچھ دے دیتی ہے جس کی انسانیت کے نشوونما ارتقاء کے لئے ضرورت ہے۔

(۲) رب العالمین میں خدا کی عالمگیر ربوبیت کا اعتراف ہے جو ہر فرد، ہر جماعت، ہر قوم، ہر ملک، ہر گوشہ وجود کے لئے ہے اور اسی لئے یہ اعتراف ان تمام تنگ نظریوں کا خاتمہ کر دیتا ہے جو دنیا کی مختلف قوموں اور نسلوں میں پیدا ہوگئی تھیں اور ہر قوم اپنی جگہ سمجھنے لگی تھی کہ خدا کی برکتیں اور سعادتیں صرف اسی کے لئے ہیں۔ کسی دوسری قوم کا ان میں حصہ نہیں۔

(۳) ملک یوم الدین میں ''الدین'' کا لفظ جزاء کے قانون کا اعتراف ہے اور جزاء کو ''دین'' کے لفظ سے تعبیر کر کے یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ جزاء انسانی اعمال کے قدرتی نتائج وخواص ہیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ خدا کا غضب و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتقام بندوں کو عذاب دینا چاہتا ہو کیونکہ ''الدین'' کے معنی بدلہ اور مکافات کے ہیں۔

(۴) ربوبیت اور رحمت کے بعد مالک یوم الدین کے وصف نے یہ حقیقت بھی آشکار کر دی کہ اگر کائنات میں صفات رحمت و جمال کے ساتھ قہر و جلال بھی اپنی نمود رکھتی ہیں تو یہ اس لئے نہیں کہ پروردگارِ عالم میں غضب و انتقام ہے۔ بلکہ اس لئے ہے کہ وہ عادل ہے، اور اس کی حکمت نے ہر چیز کے لئے اس کا ایک خاصہ اور نتیجہ مقرر کر دیا ہے۔ عدل منافی رحمت نہیں ہے بلکہ عین رحمت ہے۔

(۵) عبادت کے لئے یہ نہیں کہا کہ ''نعبد'' بلکہ کہا ایاک نعبد یعنی یہ نہیں کہ ''تیری عبادت کرتے ہیں'' بلکہ حصر کے ساتھ کہا ''صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں'' اور پھر اس کے ساتھ ایاک نستعین کہہ کر استعانت کا بھی اسی حصر کے ساتھ ذکر کر دیا۔ اس اسلوبِ بیان نے توحید کے تمام مقاصد پورے کر دیئے اور شرک کی ساری راہیں بند ہو گئیں۔

(۶) سعادت و فلاح کی راہ کو ''صراط المستقیم'' یعنی سیدھی راہ سے تعبیر کیا جس سے زیادہ بہتر اور قدرتی تعبیر نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی نہیں جو سیدھی اور ٹیڑھی راہ میں امتیاز نہ رکھتا ہو اور پہلی راہ کا خواہشمند نہ ہو۔

(۷) پھر اس کے لئے ایسی سیدھی سادی اور جانی بوجھی ہوئی شناخت بتا دی جس کا اذعان قدرتی طور پر انسان کے اندر موجود ہے اور جو محض ایک ذہنی تعریف ہونے کی جگہ ایک موجود و مشہود حقیقت نمایاں کر دیتی ہے یعنی وہ راہ جو انعام یافتہ انسانوں کی راہ ہے۔ کوئی ملک، کوئی قوم، کوئی زمانہ، کوئی فرد ہو لیکن انسان ہمیشہ دیکھتا ہے کہ زندگی کی دو راہیں یہاں موجود ہیں۔ ایک راہ کامیاب انسانوں کی راہ ہے، ایک ناکام انسانوں کی۔ پس ایک واضح اور آشکار بات کے لئے سب سے بہتر علامت یہی ہو سکتی تھی کہ اس کی طرف انگلی اٹھا دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔اس سے زیادہ کچھ کہنا ایک معلوم بات کو مجہول بنا دینا تھا۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس سورت کے لئے دعا کا پیرایہ اختیار کیا گیا ہے کیونکہ اگر تعلیم و امر کا پیرایہ اختیار کیا جاتا تو اس کی نوعیت کی ساری تاثیر جاتی رہتی۔ دعائیہ اسلوب میں ہمیں بتایا ہے کہ ہر راست باز انسان کی جو خدا پرستی کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے، صدائے حال کیا ہوتی ہے اور کیا ہونی چاہئے۔ یہ گویا خدا پرستی کے فکر و وجدان کا سرجوش ہے، ایک طالب صادق کی زبان سے بے اختیار ابل پڑتا ہے۔

(ترجمان القرآن ۱/۵۹۔۶۰)

مولانا غلام رسول مہر مولانا کی اس مجمل تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اس صاف اور واضح اور مختصر بیان میں سورۃ فاتحہ کے حقائق کس خوبی اور خوش اسلوبی سے بیان فرما دیئے۔ اس بیان پر ایک نظر بازگشت ڈالیں تو روشن ہو جائے گا کہ خدا کے سچے اور فرمانبردار بندے کی صحیح اور وجدانی طلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی جس کا نقشہ سورۃ فاتحہ میں آ گیا اور اس مقدس سورۃ کا ہر حصہ سراسر فطری اور وجدانی معلوم ہوتا ہے۔

(ابوالکلام آزاد مرتبہ افضل حق قریشی ص ۴۵۷)

عبادت کی شرعی اہمیت

التائبون العبدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف و الناهون عن المنکر والحفظون لحدود الله و بشر المومنین

(التوبہ۔۱۱۲)

(ان لوگوں کے اوصاف اعمال کا یہ حال ہے کہ) (اپنی لغزشوں اور خطاؤں سے) توبہ کرنے والے، عبادت میں سرگرم رہنے والے، اللہ کی حمد و ثنا کرنے والے، رکوع و سجود میں جھکنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (اے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر یہی سچے مومن ہیں) اور مومنوں کو (کامیابی و سعادت کی) خوش خبری دے دو۔

مولانا عبادت کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

العابدون یعنی وہ اللہ کی عبادت میں سرگرم رہتے ہیں اور ان کی ساری بندگیاں اور نیازمندیاں صرف اسی کے لئے ہوتی ہیں۔

عبادت سے مقصود عبادت خاص بھی ہے اور عام بھی۔ خاص یہ کہ خاص وقتوں اور خاص مشکلوں کی عبادت جو دین حق نے قرار دے دی ہے، اسے پورے اخلاص اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرے۔ عام یہ کہ انسان کی فکری حالت عبادت گزارانہ ہو جائے اور جو کچھ بھی سنے جو کچھ بھی کہے سب میں ایک عابدانہ روح کام کر رہی ہو۔

(ترجمان القرآن ۲/۱۱۰)

معجزہ کی حقیقت

انبیائے کرامؑ کے مخالفین کی طرف سے جب ان کی صداقت پر نشانی کا مطالبہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کے ہاتھ پر نشاناتِ صداقت ظاہر فرمائے۔ ظاہر ہے کہ وہ نشانات عام قوانین فطرت کے خلاف ظاہر ہوئے۔ اگر قانونِ قدرت کی عام روش کے مطابق ان کا ظہور ہوتا تو وہ نشانِ صداقت کیسے ہو سکتے تھے۔ ان نشانات کو قرآن کی اصطلاح میں آیات اور علماء متکلمین کی اصطلاح میں معجزات کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس نظامِ کائنات کو ایک قانون کے تحت چلا رہا ہے لیکن اسے یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ کسی خاص موقع پر اس عام روش میں مداخلت کر کے اشیاء کی صورتوں اور عام رفتار میں تغیر و تبدل کر دے۔ یہ خرقِ عادت اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا نتیجہ ہے جو اپنے دین کے نمائندوں کی صداقت پر دلیل و برہان کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔

قرآن مجید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے جس کا جواب پیش کرنے کے لئے آپؐ کے مخالفین عاجز آ گئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین. بل کذابوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتھم تاویلہ کذالک کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عاقبۃ الظلمین. (سورۃ یونس۔۳۸۔۳۹)

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی پیغمبر اسلام نے) اللہ کے نام پر افتراء کیا ہے۔ تم کہو اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو (اور ایک آدمی اپنے جی سے گھڑ کر ایسا کلام بنا سکتا ہے) تو قرآن کی مانند ایک سورت بنا کر پیش کر دو اور خدا کے سوا جن جن ہستیوں کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتے ہو (تمہیں پوری طرح اجازت ہے) بلا لو۔

نہیں یہ بات نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جس بات پر یہ اپنے علم سے احاطہ نہ کر سکے اور جس بات کا نتیجہ ابھی پیش نہیں آیا، اسی کے جھٹلانے پر آمادہ ہو گئے۔ ٹھیک اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں تو دیکھو ظلم کرنے والوں کا کیسا کچھ انجام ہو چکا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

اولاً قرآن نے بہ یک وقت دونوں باتوں کی مذمت کی ہے۔ اس کی بھی کہ بغیر علم و بصیرت کے کوئی بات مان لی جائے اور اس کی بھی کہ محض عدم ادراک کی بنا پر کوئی بات جھٹلا دی جائے۔ چنانچہ اسی سورت کی آیت ۳۶ میں گزر چکا ہے کہ منکرین حق علم و یقین کی روشنی سے محروم ہیں۔ ان کا سرمایہ اعتقاد محض ظن و گمان ہے اور پھر اس آیت میں فرمایا کہ وہ جس بات سے اپنے علم کا احاطہ نہ کر سکے، اس کے جھٹلانے پر آمادہ ہو گئے۔ اگرچہ بظاہر یہ دو باتیں الگ الگ معلوم ہوتی ہیں لیکن فی الحقیقت ایک ہی بات ہے اور دونوں کی بنیاد اسی ایک اصل عظیم پر ہے کہ نہ تو ظن و گمان کی بنا پر تصدیق کرنی چاہئے، جو کچھ کرنا چاہئے، علم و بصیرت کی بناء پر کرنا چاہئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منکرین قرآن نے کون سی بات جھٹلائی تھی۔ یہ کہ انہی میں سے ایک آدمی پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہو۔ یہ بات انہیں عجیب معلوم ہوئی، اس لئے فوراً تکذیب پر آمادہ ہو گئے۔ قرآن کہتا ہے تمہارے ماننے اور تمہارے جھٹلانے دونوں کا مدار ظن و گمان پر ہے۔ تم جو باتیں مان رہے ہو، ان کے لئے بھی تمہارے پاس کوئی علم نہیں اور جس بات کے جھٹلانے میں اس قدر جلدی کی، اس کے لئے بھی تمہارے پاس کوئی یقین نہیں۔ حالانکہ سچائی کی راہ یہ ہے کہ جو کچھ کرو، علم و بصیرت کے ساتھ کرو، محض اٹکل پر نہ چلو۔ اگر ایک شخص علم و یقین کے ساتھ ایک بات پیش کر رہا ہے اور جتنی باتیں کسی بات کی درستگی اور معقولیت کی ہو سکتی ہیں، سب اس کے ساتھ ہیں اور تمہارے پاس اس کے خلاف ظن و گمان کے سوا کچھ نہیں تو تمہارے لئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ جھوٹ جھٹلانے پر آمادہ ہو جاؤ۔ اس سے پہلے آیت ۳۶ میں یہی بات کہی جا چکی ہے کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا تم ظن کی بنا پر یقین کی دعوت جھٹلاتے ہو حالانکہ ظن کا بھروسا انسان کو یقین سے مستغنی نہیں کر سکتا۔

اگر تم غور کرو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کی ساری فکری گمراہیوں کا اصلی سرچشمہ یہی بات ہے۔ یا تو وہ عقل و بینش سے اس قدر کورا ہو جاتا ہے کہ ہر بات بے سمجھے بوجھے مان لیتا ہے اور ہر راہ میں آنکھیں بند کئے چلتا رہتا ہے یا پھر سمجھ بوجھ کا اس طرح غلط استعمال کرتا ہے کہ جہاں کوئی حقیقت اس کی شخصی سمجھ سے بالاتر ہوئی، تو اس نے فوراً جھٹلا دی، گویا حقیقت کے اثبات و وجود کا سارا دارومدار صرف اسی بات پر ہے کہ ایک شخص کی سمجھ ادراک کر سکتی ہے یا نہیں۔ دونوں حالتیں علم و بصیرت کے خلاف ہیں اور دونوں کا نتیجہ عقل و بینش سے محرومی اور عقلی ترقی کا فقدان ہے۔ جس عقل و بصیرت کا تقاضا یہ ہوا کہ حقیقت اور وہم میں امتیاز کریں، وہی متقاضی ہوئی کہ کوئی بات محض اس لئے نہ جھٹلا دیں کہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ عقل کا پہلا تقاضا ہمیں وہم پرستی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہل سے روکتا ہے، دوسرا شک والحاد سے۔ قرآن کہتا ہے۔ دونوں حالتیں یکساں طور پر جہل وکوری کی حالتیں ہیں اور اہل علم وعرفان وہ ہیں جو نہ تو جہل ووہم کی راہ چلتے ہیں نہ شک والحاد کی۔

یہاں یہ بات معلوم ہوگئی کہ دو صورتیں ہیں اور دونوں کا حکم ایک نہیں۔ ایک یہ کہ کوئی بات عقل کے خلاف ہو، ایک یہ کہ تمہاری عقل سے بالاتر ہو۔ بہت سی باتیں ایسی ہوسکتی ہیں جن کا تمہاری سمجھ احاطہ نہیں کرسکتی لیکن تم یہ فیصلہ دے نہیں سکتے کہ دوسرے کے خلافِ عقل ہیں۔ اول تو تمام افراد کی عقلی قوت یکساں نہیں ایک آدمی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتا۔ دوسرا باریک سے باریک نکتے حل کر لیتا ہے۔ ثانیاً عقل انسانی برابر نشوونما کی حالت میں ہے۔ ایک عہد کی عقل جن باتوں کا ادراک نہیں کرسکتی، دوسرے عہد کے لئے وہ عقلی مسلمات بن جاتی ہیں۔ ثالثاً انسانی عقل کا ادراک ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور عقل ہی کا فیصلہ ہے کہ حقیقت اسی حد پر ختم نہیں ہو جاتی۔

اچھا اب مذہب کے میدان سے باہر قدم نکالو، اور غور کرو۔ قرآن نے ان چند لفظوں کے اندر جو بات کہہ دی ہے، وہ انسانی علم وعقل کی تمام ترقیوں کے لئے کس طرح اصل واساس ثابت ہو رہی ہے۔ کون سی بات ہے کہ جس نے علمی ترقی کے غیر محدود اور لانہایت امکانات کا دروازہ نوع انسانی کے لئے کھول دیا اور علم وادراک کی سینکڑوں ناممکن باتوں کو نہ صرف ممکن بلکہ واقعہ بنا دیا۔ کیا یہی بات نہیں ہے کہ کسی بات کا احاطہ نہ کر سکنے سے اس کا انکار لازم نہیں آجاتا۔ اگر اصحابِ علم وانکشاف نے اس بات سے انکار کر دیا ہوتا تو کیا ممکن تھا کہ عقلی ترقیات کے قدم یہاں تک پہنچ سکتے اور آئندہ کے لئے اس قدر ممکنات سامنے آجاتے تو بلاشبہ علم وانکشاف کے ہر عہد میں ایسی جلد باز طبیعتیں بھی ہوئیں جنہوں نے محض عدم ادراک کی بنا پر انکار کر دیا لیکن علم نے کچھ پروانہ کی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اس کا سفر برابر جاری رہا اور کوئی نہیں کہہ سکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ کب تک اور کہاں تک جاری رہے گا۔

ایک اور بات یہاں سمجھ لینی چاہئے۔ جہاں تک عقل اور ماوراءِ عقل کا تعلق ہے، قرآن کے بعد تین دور بحث ونظر کے گزر چکے ہیں۔ ایک دور حکماء و متکلمین اسلام کا جنہوں نے عقلی طریقہ پر مذہبی عقائد کا اثبات کرنا چاہا۔ دوسرا یورپ کے نشاۃ ثانیہ کا جب اسی طرح مسیحی کلام مرتب کیا گیا۔ تیسرا علومِ عصریہ کا جس نے بحث ونظر کے تمام گوشوں میں ایک نئی روح پیدا کر دی، تاہم یہ واقعہ ہے کہ قرآن نے یہاں سیدھے سادے لفظوں میں جو بات کہہ دی ہے، اس پر کوئی اضافہ نہ ہو سکا۔ بلاشبہ بحث ونظر کی کاوشیں دور دور تک گئیں لیکن ہمیشہ ناکامیاب ہوئیں اور ہمیشہ اصحابِ عرفان وتحقیق کو اقرار کرنا پڑا کہ اس سے بہتر اور فیصلہ کن بات اور کوئی نہیں کہی جا سکتی۔

(ترجمان القرآن ۲/۱۸۰۔۱۸۱)

تکمیل شریعت کا اثبات اور تقلید جامد کی مذمت

مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن میں مختلف موقعوں پر شریعت اسلامیہ کی تکمیل کا اثبات پوری شدت وعظمت کے ساتھ کیا ہے۔ سورۃ توبہ کی تفسیر میں ایک جگہ تقلید جامد کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

مسلمانوں کا کیا حال ہوا جنہیں اس دعوت کی تبلیغ سپرد کی گئی تھی۔ افسوس ہے کہ وہ خود بھی اس گمراہی سے نہ بچ سکے اور انہوں نے بھی تشریعی دینی کا حق کتاب وسنت کی جگہ انسانوں کے رایوں کے حوالہ کر دیا۔ اعتقاداً نہیں عملاً۔

اور سوال یہاں عمل ہی کا ہے نہ کہ اعتقاد کا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تمام مفاسد ظہور میں آ گئے جن کا دروازہ قرآن نے بند کرنا چاہا تھا اور سب سے بڑا فساد یہ پیدا ہوا کہ صدیوں سے ان کی عقلی ترقی یک قلم رک گئی اور تقلید نے علم وبصیرت کی راہوں سے انہیں دور کر دیا۔ حتیٰ کہ اب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ ایک طرف مسلمانوں کی معاشرتی و اجتماعی زندگی مختل ہو رہی ہے کیونکہ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرورتوں کے مطابق احکامِ فقہ نہیں ملتے اور شریعت کو فقہ کے مذاہب مدونہ ہی میں منحصر سمجھ لیا گیا ہے۔ دوسری طرف تمام اسلامی حکومتوں نے قوانین شرعی پر عمل درآمد ترک کر دیا ہے اور اس کی جگہ یورپ کے دیوانی فوجداری قوانین اختیار کرنے لگے ہیں کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ دفاتر فقہ وقت کے انتظامی و معاشرتی مقتضیات کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اور کوئی نہیں جو انہیں بتلائے کہ اللہ کی شریعت کا دامن اس نقص سے پاک ہے اور اگر وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرتے تو انہیں اس زمانے کے لئے بھی ویسے ہی اصلح واوفق قوانین مل جاتے جس طرح پچھلے عہدوں کے لئے مل چکے ہیں۔

(ترجمان القرآن ۲/۱۲۵)

سورۃ توبہ کے تشریحی نوٹ

سورۃ توبہ احکامِ جنگ پر مشتمل ہے اور ان احکامِ جنگ کا محل ومصداق متعین کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم بنی اسمٰعیل یعنی مشرکین کے درمیان تعلقات کی مذہبی نوعیت تھی، اس کو اچھی طرح سمجھنے پر موقوف ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم لکھتے ہیں کہ

(سورۃ توبہ) کے ان دو ابتدائی رکوعوں کی تفسیر میں کئی کئی سال گزرے کہ مجھ کو پریشانی اور خلجان رہتا تھا اور جس قدر میں نے (ان آیات کا محل اور مصداق متعین کرنے میں) لکھا ہے، یہ میری کوشش کا منتہا ہے۔ اگر کسی کی نظر یا ذہن میں اس سے احسن اور سہل تفسیر گزرے تو وہ اس کو اختیار کر کے مجھ کو معذور سمجھے اور میری لغزش کی عفو کی دعا کرے۔

(بیان القرآن ۴/۱۰۲)

مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم اپنی تفسیر تدبر قرآن میں لکھتے ہیں کہ

مشرکین عرب کا معاملہ دوسری غیر مسلم قوموں سے الگ ہے۔ اس قوم پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کی حجت تمام کی۔ یہ قوم ملت ابراہیمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی پیروی کا دعویٰ کرتی تھی۔ ابراہیم و اسمٰعیلؑ کی نسل ہونے پر فخر کرتی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت ابراہیمی کے اصولوں کے مطابق اس قوم کو دعوت دی۔ اس قوم کے سرداروں کے دلوں میں اسلام کی صداقت اتر گئی مگر سرداری اور قیادت کے ہاتھ سے نکلنے کا خوف ان کے لئے رکاوٹ بن گیا۔

پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر مکہ سے ہجرت کر گئے مگر انہوں نے مسلمانوں پر جارحانہ حملے شروع کر دیئے اور تلوار سے فیصلہ کرنے پر اتر آئے۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ناگزیر ہو گیا اور بالآخر تلوار نے فیصلہ کر دیا اور آپؐ نے مشرکین عرب کے لئے تلوار یا اسلام کا آخری اعلان کر دیا۔ سورۃ توبہ نے انہی لوگوں کے لئے ہدایات دی ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری غیر مسلم قوموں کے لئے اسلام عقیدہ و مذہب کی مکمل آزادی کا علمبردار ہے اور تمام قوموں کو صلح و سلامتی کے ساتھ رہنے کا پیغام دیتا ہے۔ (تدبر قرآن)

مولانا آزاد کا تشریحی نوٹ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ

کوئی شخص کتنے ہی مخالفانہ ارادے سے مطالعہ کرے لیکن تاریخ اسلام کے چند واقعات اس درجہ واضح اور قطعی ہیں کہ ممکن نہیں ان سے انکار کیا جا سکے۔ ازاں جملہ یہ کہ جو جماعتیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالف تھیں، ان کے تمام کام اول سے لے کر آخر تک ظلم و تشدد، دغا و فریب، وحشت و خونخواری پر مبنی رہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں نے جو کچھ کیا، اس کا ایک ایک فعل صبر و تحمل، راستی و دیانت اور عفو و بخشش کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ تھا۔ مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، مقابلے میں راست بازی، طاقت و اختیار میں درگزر، تاریخ انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے۔

قریش مکہ نے جس طرح ظلم و تعدی میں کمی نہیں کی، اسی طرح بدعہدی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اپنی مثال چھوڑ گئے۔ آخری معاملہ حدیبیہ کی صلح کا تھا۔ اس میں ایک طرف مسلمان اور ان کے حلیف تھے۔ دوسری طرف قریش اور ان کے حلیف۔ مسلمانوں کے ساتھ قبیلہ خزاعہ شریک ہوا۔ قریش کے ساتھ بنو بکر۔ صلح کی بنیادی شرط یہ تھی کہ دس برس تک دونوں فریق صلح و امن پر قائم رہیں گے لیکن ابھی دو برس بھی نہیں گزرے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے ان کی مدد کی حتیٰ کہ خود سہیل بن عمرو حملہ میں شریک ہوا جس نے معاہدۂ حدیبیہ پر دستخط کئے تھے۔ بنو خزاعہ نے خانہ کعبہ میں پناہ لی اور خدا کے نام پر امان مانگی تھی، اس پر بھی بے دریغ قتل کئے گئے۔ چالیس آدمی بچ کر مدینہ پہنچے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حالِ زار سنایا۔

اب معاہدہ کی رُو سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض ہو گیا کہ قریش کی عہد شکنی برداشت نہ کریں۔ چنانچہ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے کوچ کیا اور بغیر کسی قابل ذکر خونریزی کے مکہ کی فتح مبین ظہور میں آ گئی۔

فتح کے بعد ۹ ہجری میں اس سورۃ کی ابتدائی آیتیں تیس یا چالیس تک نازل ہوئیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کو ذی قعدہ میں مکہ بھیجا کہ حج کے موقعہ پر بطور اعلانِ عام یہ آیات مشتہر کر دیں یعنی

(ا) جن جماعتوں نے بدعہدی کی، ان کے ساتھ اب کوئی معاہدہ نہیں رہا تاہم اچانک ان پر حملہ نہیں کیا جاتا۔ چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے جو حج کے دن سے شروع ہو گی اور ۱۰ ربیع الآخر کو ختم ہو گی۔ اس عرصے میں انہیں نقل و حرکت کا پورا امن حاصل ہو گا لیکن اس کے بعد جنگ کی حالت تصور کی جائے گی۔

(ب) لیکن جن جماعتوں نے بدعہدی نہیں کی تو ان کا معاہدہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ج) حرمِ کعبہ اب شرک کی تمام آلودگیوں سے پاک کر دیا گیا ہے جو مشرکین عرب نے پیدا کر دی تھیں۔ پس آئندہ یہ عبادت گاہ صرف اہل توحید و ایمان کے لئے ہوگی۔ کوئی مشرک آئندہ سال سے اس کا قصد نہ کرے۔ (آیت ۲۸)

سورۃ کا بقیہ حصہ بھی ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک کے اثناء میں اور اس کے بعد نازل ہوا تھا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہاں لڑائی کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کا تعلق صرف ان مشرک جماعتوں سے تھا جو عرب میں دعوتِ اسلام کی پامالی کے لئے لڑ رہی تھیں نہ کہ دنیا جہان کے تمام مشرکوں کے لئے۔ چنانچہ اول سے لے کر آخر تک خطاب خاص جماعتوں سے ہے اور صاف لفظوں میں واضح کر دیا ہے کہ ان جماعتوں نے کس طرح عہد شکنی کی اور کس طرح خود ہی جنگ کے اعادہ کا باعث ہوئے۔ نیز ظلم و جنگ کی ابتداء کرنے والے بھی وہی ہیں۔

(ترجمان القرآن ۲/۴۷تا۷۶)

قرآنِ کریم کی دعوتِ امن

قرآن کریم بنیادی طور پر امن وسلامتی کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها و توکل علی الله انه هو السمیع العلیم

(الانفال۔۶۱)

اور (دیکھو) اگر (دشمن) صلح کی طرف جھکیں تو چاہئے تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ اور (ہر حال میں) اللہ پر بھروسا رکھو، بلاشبہ وہی ہے جو (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

و ان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک الله هو الذی ایدک بنصره وبالمومنین. (الانفال۔۶۲)

اور (اے پیغمبرؐ) اگر ان کا ارادہ یہ ہوگا کہ تجھے دھوکہ دیں تو (کوئی اندیشہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات نہیں) اللہ کی ذات تیرے لئے کافی ہے، وہی ہے جس نے اپنی مددگاری سے اور مومنوں (کی جماعت) سے تیری تائید کی۔

مولانا آزاد نے اس پر تشریحی نوٹ یہ لکھا ہے کہ

آیت ۶۱۔۶۲ نے کھلے قطعی لفظوں میں قرآن کی دعوتِ امن کا اعلان کر دیا ہے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ جنگ بدر کے فیصلہ نے مسلمانوں کی فتح مندی آشکارا کر دی تھی اور تمام جزیرہ عرب ان کی طاقت سے متاثر ہونے لگا تھا۔ تاہم حکم ہوا، جب بھی دشمن صلح و امن کی طرف جھک جائے کہ بلا تامل تم بھی جھک جاؤ۔ اگر اس کی نیت میں فتور ہوگا تو ہوا کرے۔ اس کی وجہ سے صلح و امن کے قیام میں ایک لمحہ کے لئے بھی دیر نہیں کرنی چاہئے۔

(ترجمان القرآن ۲/ ۶۸۔۶۹)

دعوتِ امن کے سلسلہ میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

و لا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا او تعاونوا علی البر و التقوی و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان. (المائدہ۔۲)

اور (دیکھو) ایسا نہ ہو کہ ایک گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر ابھار دے کہ زیادتی کرنے لگو کیونکہ انہوں نے مسجد حرام سے تمہیں روک دیا تھا اور (تمہارا دستور العمل تو یہ ہونا چاہئے کہ) نیکی اور پرہیزگاری کی ہر بات میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ گناہ اور ظلم کی بات میں نہ کرو۔

مولانا اس پر تشریحی نوٹ لکھتے ہیں کہ

مشرکین مکہ نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا تو اب اس کے انتقام میں ایسا نہ کرو کہ ان کی جو جماعت حج کے لئے جا رہی ہو تو اسے روک دو اور اس پر حملہ کر دو۔ ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ کرنے میں تمہارا دستور العمل یہ ہونا چاہئے کہ ''نیک کام میں مدد کرنا اور برائی میں نہ کرنا'' وہ ظلم کریں تو یہ برائی ہے۔ اس میں مدد نہ کرو لیکن اگر حج و زیارت کو جائیں تو یہ بھلائی کی بات ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں رکاوٹ نہ ڈالو۔

اس آیت میں جو قاعدہ بتایا گیا ہے وہ مسلمانوں کے تمام کاموں کے لئے ایک عام دستور العمل ہے۔ جو کوئی نیک کام کرے اس کی مدد کرو اگرچہ مسلمان نہ ہو اور اگرچہ مخالف ہو۔ جو کوئی برائی کرے، اس کی مدد نہ کرو اگرچہ مسلمان ہو اور اگرچہ تمہارا ساتھی ہو۔ نیز یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اگر بت پرست بھی خدا کی تعظیم و عبادت کی کوئی بات کریں تو اس کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ خدا کی تعظیم و عبادت بہرحال خدا ہی کی تعظیم و عبادت ہے۔

(ترجمان القرآن ۱/۴۳۶۔۴۳۷)

آیت قرآنی

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا. (المائدہ۔۳)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے پسند کر لیا کہ دین اسلام ہو۔

اس آیت پر مولانا آزاد تشریحی نوٹ لکھتے ہیں کہ

دین کی تکمیل اور نعمت کا اتمام چاہتا ہے کہ اپنی سیرت (کیریکٹر) سرتاسر حق وصداقت کا پیکر بن جاؤ۔ تمہیں قوامون للہ اور شہداء بالقسط ہونا چاہئے یعنی مضبوطی کے ساتھ حق کے لئے کھڑے ہونے والے اور حق وانصاف کے لئے شہادت دینے والے، اپنا ہو یا پرایا، موافق ہو یا مخالف، دوست ہو یا دشمن، جس کے ساتھ معاملہ کرو، انصاف کے ساتھ کرو اور جس کے حق میں کوئی بات کہو، انصاف کی کہو۔ (ترجمان القرآن ۱/۴۴۰)

عورتوں کے خلاف مکروفریب کا پروپیگنڈا

ان کیدکن عظیم کی تفسیر

ان کیدکن عظیم (یوسف۔۲۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم لوگوں کی مکاریاں بڑی ہی سخت مکاریاں ہیں۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ

عزیز کے اس قول میں کہ "ان کید کن عظیم" (۲۸) جو رائے ظاہر کی گئی ہے، وہ ظاہر ہے کہ اپنے وقت اور اپنے شہر کی عورتوں کی نسبت ہے نہ کہ دنیا جہان کی تمام عورتوں کے لئے، اور پھر جو کچھ بھی ہے، عزیز کا قول ہے، خود قرآن کا حکم نہیں ہے، لیکن افسوس ہے کہ لوگوں نے اس مقولہ کا اس طرح استعمال شروع کر دیا۔ گویا عورتوں کے جنسی اخلاق کے لئے یہ قرآن کا فیصلہ ہے اور اس کے نزدیک عورتوں کی جنس مردوں کے مقابلہ میں زیادہ مکار اور بے عصمتی کی گھاتیں نکالنے میں زیادہ ہشیار ہے۔ چنانچہ عام طور پر ہمارے مفسروں نے اس کا ایسا ہی مطلب قرار دیا ہے اور پھر حسب عادت وجوہ مباحث کی دور دراز وادیوں میں گم ہو گئے ہیں۔ پہلے اب عورتوں کی جنس کی نسبت قرآن کا عام و مطلق حکم قرار دیتے ہیں پھر حیرانی میں پڑتے ہیں کہ شیطان کے کید کو تو ضعیف کہا ہے ان کید الشیطان کان ضعیفا، عورتوں کا کید کیسے ضعیف ہو گیا۔ پھر توجیہوں کی وادیوں میں قدم اٹھاتے ہیں اور جہاں تک نکل سکتے ہیں، نکل جاتے ہیں۔ بعضوں کو مان لینا پڑتا ہے کہ شیطان کے کید سے بھی عورتوں کا کید بڑا ہے کیونکہ آیت اس بارے میں نص قطعی ہے۔ بعضوں کی دقیقہ سنجی اس پر مطمئن نہیں ہوتی، وہ کہتے ہیں، نہیں، علی الاطلاق نہیں ہو سکتا۔ صرف جنسی تعلقات کے معاملہ میں ہے۔ اس میدان میں مرد ان سے بازی نہیں لے جا سکتے۔ حالانکہ نہ تو قرآن کا یہ حکم ہے نہ عزیز کا قول ایسے محل میں ہے کہ اطلاق و عموم کے یہ سوالات پیدا ہوں۔ بحث و تفسیر کی یہ پوری عمارت بنیاد سے لے کر چوٹی تک بالکل بے اصل ہے۔

بلاشبہ مردوں نے اپنی ظالمانہ خودغرضیوں سے عورتوں کے بارے میں ہمیشہ ایسے ہی فیصلے کئے ہیں لیکن قرآن کا یہ فیصلہ نہیں ہے۔ اس نے ہر جگہ مرد اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت دونوں کا مساویانہ حیثیت سے ذکر کیا ہے اور فضائل و خصائل کے لحاظ سے وہ دونوں میں کسی طرح بھی تفریق نہیں کرتا۔ سورۃ نساء میں جہاں ازدواجی زندگی کے احکام کی تشریح ہے، وہاں صاف صاف تصریح کر دی ہے کہ فضائل و محاسن کے لحاظ سے دونوں یکساں طور پر اپنی اپنی رائیں رکھتے ہیں اور دونوں کے لئے ایک ہی طرح پر فضیلتوں کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔

للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبتن و سئلو الله من فضله ان الله کان بکل شئی علیما (۴،۳۲)

چنانچہ جس طرح وہ نیک مردوں کے فضائل و مدارج بتلاتا ہے، اسی طرح نیک عورتوں کے بھی بتلاتا ہے اور جس طرح بدعمل مردوں کی برائیاں بتلائی ہیں، اسی طرح بدعمل عورتوں کی بھی بتلائی ہیں۔ کہیں یہ بھی کسی طرح کا امتیاز اس نے جائز نہیں رکھا ہے۔ مردوں کے لئے اگر فرمایا۔

التائبون، العابدون، الحامدون، السائحون، الراکعون، الساجدون، الامرون بالمعروف، والناهون عن المنکر، و الحافظون لحدود الله. (۹۔۱۱۲)

اور عورتوں کے لئے فرمایا۔

مسلمات، مومنات، قانتات، تائبات، عابدات، سائحات (۶۶۔۵)

منافقوں کا ذکر کیا تو صرف مردوں ہی کا نہیں کیا، دونوں کا کیا۔

المنافقون و المنافقات بعضهم من بعض یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر (۹۔۶۷)

مومنوں کا ذکر کیا تو صرف مردوں ہی کا نہیں کیا، دونوں کا کیا۔

والمومنون والمومنات بعضهم اولیآء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر (۹۔۷۱)

مردوں اور عورتوں کی یہ اخلاقی مساوات اس کا عام اسلوب ہے۔ ہر جگہ تم دیکھو گے کہ وہ دونوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کرتا ہے۔ ایک ہی درجہ میں رکھتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایک ہی طرح ذکر و خطاب کرتا ہے۔

ان المسلمین و المسلمات، والمومنین و المومنات، والقانتین والقانتات، والصادقین و الصادقات، والصابرین و الصابرات، وانعاشعین والخاشعات، والمتصدقین و المتصدقات، والصائمین و الصائمات، والحافظین فروجهم و الحافظات و الذاکرین الله کثیرا والذاکرات، اعد الله لهم مغفرة واجرا عظیما (۳۵_۳۳)

یعنی جس طرح مردوں میں مسلم و مومن ہیں، اسی طرح عورتوں میں بھی مسلمہ و مومنہ ہیں جس طرح مردوں میں قانت مرد ہے، اسی طرح عورتوں میں بھی قانتہ عورتیں ہیں، جس طرح مردوں میں صادق مرد ہیں، اسی طرح عورتوں میں صادقہ عورتیں ہیں، جس طرح مردوں میں اللہ کا خوف رکھنے والے اور بکثرت اس کا ذکر کرنے والے ہیں، اسی طرح عورتوں میں بھی اللہ کا خوف رکھنے والیاں ہیں اور پھر جس طرح مردوں میں ایسے پاکباز ہیں کہ نفسانی خواہشوں کے غلبہ سے اپنی حفاظت کرتے ہیں، اسی طرح عورتوں میں بھی ایسی پاکباز ہستیاں موجود ہیں جو اپنی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہوتیں۔

غور کرو کسی وصف میں بھی تفریق نہیں۔ کسی فضیلت میں بھی امتیاز نہیں۔ کسی بڑائی میں بھی عدم مساوات نہیں پھر کیا ممکن ہے کہ جس قرآن نے مردوں اور عورتوں کی اخلاقی مساوات اس درجہ ملحوظ رکھی ہو، اسی قرآن کا یہ فیصلہ ہو کہ عورتوں کی جنس مردوں کے مقابلہ میں زیادہ بداخلاق ہے اور مرد بڑے پاکباز ہوتے ہیں مگر بدبخت عورتیں ہیں جو نفس پرست اور مکار ہیں۔ تفسیر قرآن کی تاریخ کی یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ ایک مصری بت پرست کے قول کو اللہ کا فرمان سمجھ لیا گیا اور اس سے اس طرح استدلال کیا جا رہا ہے گویا عورتوں کی جنسی پستی و بداخلاقی کے لئے کتاب اللہ کا قطعی فیصلہ موجود ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکبازی و عصمت کے لحاظ سے دونوں جنسوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفریق ہی کرنی ہو تو ہر طرح کی نفس پرستیوں اور مکاریوں کی حیوانیت مرد کے حصہ میں آئے گی اور ہر طرح کی پاکیوں اور عفتوں کی فرشتگی عورت کے لئے ثابت ہوگی۔ یہ مرد ہی ہے جس کی حیوانیت پر عورت کی فرشتگی شاق گزرتی ہے۔ وہ چاہتا ہے، اسے بھی اپنے ہی طرح کا حیوان بنا دے۔ اس لئے اپنے کید عظیم کے سارے فتنے کام میں لاتا ہے اور برائیوں کو ایک راہ سے اسے آشنا کر کے چھوڑتا ہے۔ پھر جب وہ اس کے پیچھے قدم اٹھا دیتی ہے تو اس سے گردن موڑ لیتا ہے اور کہنے لگتا ہے اس کا کید تو سب سے بڑا کید اور اس کی برائی تو سب سے بڑی برائی ہے۔ فی الحقیقت سب سے بڑا کید تو مرد ہی کا کید ہے جو پہلے اسے اپنی کامجوئیوں کا آلہ بناتا ہے اور جب بن جاتی ہے تو خود پاک بنتا اور ساری ناپاکیوں کا بوجھ اس معصوم کے سر ڈال دیتا ہے۔

دنیا میں کوئی عورت بری نہ ہوتی، اگر مرد اسے برا بننے پر مجبور نہ کرتا۔ عورت کی برائی کتنی ہی سخت اور مکروہ صورت میں نمایاں ہوتی ہو لیکن اگر جستجو کرو گے تو تہہ میں ہمیشہ مرد ہی کا ہاتھ دکھائی دے گا۔ اگر اس کا ہاتھ نظر نہ آئے تو ان برائیوں کا ہاتھ ضرور نظر آئے گا جو کسی نہ کسی شکل میں اس کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

تورات میں ہے کہ شجر ممنوعہ کے پھل کھانے کی ترغیب آدمؑ کو حوا نے دی تھی۔ اس لئے نافرمانی کا پہلا قدم جو انسان نے اٹھایا، وہ عورت کا تھا۔ اسی بنا پر یہودیوں اور عیسائیوں میں یہ اعتقاد پیدا ہو گیا کہ عورت کی خلقت میں مرد سے زیادہ برائی اور نافرمانی ہے اور وہی مرد کو سیدھی راہ سے بھٹکانے والی ہے لیکن قرآن نے اس قصہ کی کہیں بھی تصدیق نہیں کی بلکہ ہر جگہ اس معاملہ کو آدم اور حوا دونوں کی طرف منسوب کیا۔ انہیں جو حکم دیا گیا تھا، وہ یکساں طور پر دونوں کے لئے تھا۔

ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين (۲۔۳۵)

اور لغزش بھی ہوئی تو ایک ہی طرح پر دونوں سے ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فازلهما الشیطان عنها فاخرجهما مما کانا فیه (۲۔۳۶)

شیطان نے دونوں کے قدم ڈگمگا دیئے اور دونوں کے نکلنے کا سبب ہوا یعنی جو لغزش ہوئی اس میں یکساں طور پر دونوں کا حصہ تھا۔ یہ بات نہ تھی کہ کسی ایک پر دوسرے سے زیادہ ذمہ داری ہو۔

بہر حال یہ بات یاد رہے کہ سورۃ یوسف کی اس آیت سے جو استدلال کیا جا رہا ہے، وہ قطعاً بے اصل ہے اور جہاں تک عورتوں کے جنسی اخلاق کا تعلق ہے، قرآن میں کہیں کوئی ایسی بات موجود نہیں جس سے مترشح ہوتا ہو کہ عورت کی جنس مرد سے فروتر ہے یا بے عصمتی کی راہوں میں زیادہ مکار اور شاطر ہے۔ (ترجمان القرآن ۲/۲۶۵ تا ۲۶۷)

قرآن کی دعوتِ توحید

وما یومن اکثرهم بالله الا و هم مشرکون (یوسف ۱۰۶)

اور ان میں سے اکثروں کا یہ حال ہے کہ اللہ پر یقین لاتے ہیں تو اس حال میں لاتے ہیں کہ اس کے ساتھ شریک بھی ٹھہرائے جاتے ہیں۔

مولانا اس پر تشریحی نوٹ لکھتے ہیں کہ

آیت ۱۰۶ کے پانچ چھ لفظوں میں وہ سب کچھ بیان کر دیا جو باب توحید میں دعوتِ قرآنی کا ماحصل ہے۔ فرمایا، اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر یقین بھی رکھتے ہیں اور ساتھ ہی دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں یعنی ان کا خدا ماننا ایسا ماننا نہیں ہے جو شرک سے انہیں باز رکھے۔

دنیا کی تمام قوموں کی دینی ذہنیت کی یہ کیسی مکمل تعبیر ہے جو چند لفظوں کے اندر بیان کر دی گئی ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت دنیا کی تمام خدا پرست جماعتوں کی خدا پرستی کا یہی حال تھا اور اب بھی دیکھ لو، یہی حال ہے۔ وہ خدا پر ایمان رکھتے تھے لیکن ان کا ایمان طرح طرح کے مشرکانہ عقائد و اعمال سے آلودہ ہو گیا تھا کہ آسمان و زمین پیدا کرنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ولئن سالتهم من خلق السماوات والارض و سَخَّرَ الشمس و القمر، ليقولن الله فانى يوفكون (۲۹۔۶۱)

لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ کیوں صرف اسی کی ایک ہستی ہر طرح کی بندگیوں کی مستحق سمجھ لی جائے۔ کیوں دوسری ہستیوں کی بھی بندگی نہ کی جائے۔ کیوں خدا اور بندے کے درمیان کوئی درمیانی قوت وسیلہ تقرب و تزلف نہ ہو۔

لیکن قرآن کی دعوتِ توحید یہ تھی کہ اس طرح کی خدا پرستی سچی خدا پرستی نہیں ہے۔ سچی خدا پرستی یہ ہے کہ نہ صرف اسے مانا جائے بلکہ جو کچھ اس کے لئے مانا جائے، اس میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کیا جائے۔ اس نے کہا، ہر طرح کی بندگی و نیاز کی مستحق صرف اسی کی ذات ہے پس اگر تم نے عابدانہ عجز و نیاز کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے سامنے سر جھکایا تو سچی خدا پرستی باقی نہ رہی۔ اس نے کہا دعاء و استعانت، رکوع و سجود، عجز و نیاز، اعتماد و توکل اور اسی طرح کے تمام عبادت گزارانہ اور نیازمندانہ اعمال، وہ اعمال ہیں جو خدا اور اس کے بندوں کا باہمی رشتہ قائم کرتے ہیں۔ پس اگر ان اعمال میں دوسروں کو بھی شریک کر لیا تو خدا کے رشتہ عبودیت کی یگانگت باقی نہ رہی اور جب یگانگت باقی نہ رہی تو سچی خدا پرستی بھی نہ ہوئی۔ اسی طرح عظمتوں، کبریائیوں، کارسازیوں اور بے نمازیوں کا جو تصور تمہارے اندر خدا کا اعتقاد پیدا کرتا ہے، وہ صرف خدا ہی کے لئے مخصوص ہونا چاہئے۔ اگر تم نے ایسا ہی اعتقاد کسی دوسری ہستی کے لئے پیدا کر لیا تو تم نے اسے خدا کا شریک بنا دیا اور جب شریک بنا دیا تو صرف اسی کو نہیں مانا، دوسروں کو بھی مان لیا حالانکہ اس کے ماننے کے معنی تو یہ تھے کہ صرف اسی کو مانا جائے۔ (ترجمان القرآن ۲/ ۲۴۸)

دعوتِ وحی علم و بصیرت ہے

قل هذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعنى و سبحن الله و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ما انا من المشرکین. (یوسف۔۱۰۸)

اے پیغمبر تم کہہ دو، میری راہ تو یہ ہے۔ میں اس روشنی کی بنا پر جو میرے سامنے ہے اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ اور (اس راہ میں) جن لوگوں نے میرے پیچھے قدم اٹھایا ہے، وہ بھی (اسی طرح) بلاتے ہیں۔ اللہ کے لئے پاکی ہو، میں شرک والوں میں نہیں ہوں۔

مولانا آزاد اس پر تشریحی نوٹ لکھتے ہیں کہ

آیت ۱۰۸ میں جو بات کہی گئی ہے، قرآن کی مہمات معارف میں سے ہے۔ فرمایا، تم اعلان کردو، میری راہ یہ ہے کہ علم و یقین کی بنا پر خدا پرستی کی دعوت دیتا ہوں اور کہتا ہوں، میری راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہیں ہے۔ برخلاف اس کے تمہارا حال یہ ہے کہ شرک کے داعی ہو اور بنیاد دعوتِ علم و یقین نہیں ہے، جہل و ظن ہے۔ اب فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے اور ایسے ہی فیصلے پچھلی قوموں کے لئے بھی ہو چکے ہیں۔

یہاں بصیرۃ کا لفظ فرمایا۔ بصیرۃ کے معنی علم، معرفت اور یقین کے ہیں اور اسی لئے دلیل وحدت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ پس قرآن کہتا ہے، میں جس راہ کی طرف بلاتا ہوں، اس کے لئے میرے سامنے علم و یقین ہے۔ پھر کیا تمہارے پاس بھی علم و یقین میں سے کچھ ہے۔ اگر نہیں ہے تو اتباع یقین و عرفان کا کرنا چاہئے یا جہل و کوری اور شک و گمان کا۔

(ترجمان القرآن ۲/ ۲۴۸)

واقعہ افک

ان الذین جاء و بالافک عصبة منکم لا تحسبوه شرا لکم بل هو خیر لکم لکل امری ما اکتسب من الاثم و الذی تولی کبره منهم وله عذاب عظیم. لو لا اذ سمعتموه ظن المومنون و المومنت بانفسهم خیرا وقالوا هذا افک مبین. لو لا جآء و علیه باربعة شهدآء فاذلم یاتوا بالشهدآء عندالله هم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الکاذبون. ولولا فضل الله علیکم و رحمته فی الدنیا والاخرة فی ما افضتم فیه عذاب عظیم. اذ تلقونه بالسنتکم و تقولون بافواهکم ما لیس لکم به علم و تحسبونه هیناً و هو عندالله عظیم. ولولا اذ سمعتموه، قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بهذا، سبحنک هذا بهتان عظیم. یعظکم الله ان تعودوا بمثله ابدا ان کنتم مومنین. وبین الله لکم الایت والله علیم حکیم. ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة والله یعلم وانتم لا تعلمون. (النور ۱۱۔۱۹)

جن لوگوں نے یہ افترا باندھا ہے وہ تم ہی میں سے کچھ لوگ ہیں۔ تم اس کو برا نہ سمجھو بلکہ اس میں تمہاری بہتری تھی کہ مومنین اور منافقین کی تمیز ہوگئی۔ ہر شخص کو حصہ کے مطابق گناہ اور جس کا اس میں بڑا حصہ تھا، اس کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب تم نے یہ سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بھائی اور بہنوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہیں کیا اور کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح تہمت ہے اور کیوں نہیں ان افترا پردازوں پر چار گواہ پیش کئے اور جب گواہ پیش نہیں کئے تو خدا کے نزدیک جھوٹے ٹھہرے۔ اگر خدا کی عنایت و مہربانی دین و دنیا میں تمہارے شامل حال نہ ہوتی اور جو افواہ تم نے اڑائی تھی، اس پر تم کو سخت عذاب پہنچتا اور جب تم اس کو اپنی زبان سے پھیلا رہے تھے اور منہ سے وہ بات نکال رہے تھے، جس کا تم کو علم نہ تھا اور تم اس کو ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ خدا کے نزدیک وہ بڑی بات تھی۔ تم نے سننے کے ساتھ یہ کیوں نہیں کہا کہ ہم کو ایسی ناروا بات منہ سے نہیں نکالنی چاہئے۔ خدا پاک ہے۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ خدا نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو ایسی بات کرو خدا اپنے احکام بیان کرتا ہے اور وہ دانا اور حکمت والا ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برائی پھیلے، ان کے لئے دین و دنیا میں بڑی دردناک سزا ہے۔ خدا سب جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان الذین یرمون المحصنات الغفلت المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرة ولھم عذاب عظیم. یوم تشھد علیھم السنتھم و ایدیھم و ارجلھم بما کانوا یعلمون. (النور۲۳۔۲۴)

جولوگ بھولی بھالی اور پاک دامن عورتوں پر تہمت رکھتے ہیں وہ دنیا اور عقبیٰ دونوں میں ملعون ہوں گے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ اس دن جب خود ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں پر گواہی دیں گے۔

یہ آیات حضرت عائشہؓ کی برأت میں نازل ہوئی ہیں اور واقعہ "قصہ افک" کے نام سے معروف ہے۔ ان آیات کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے اس واقعہ کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل خود حضرت عائشہؓ کی زبانی سنئے جس سے پوری صورتِ حال سامنے آ جائے گی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ یہ تھا کہ آپؐ سفر پر جانے لگتے تو قرعہ ڈال کر فیصلہ فرماتے کہ آپؐ کی بیویوں میں سے کون آپؐ کے ساتھ جائے۔ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر قرعہ میرے نام نکلا اور میں آپ کے ساتھ گئی۔ واپسی پر ہم جب مدینے کے قریب تھے۔ ایک منزل پر رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ کیا اور ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ کوچ کی تیاریاں شروع ہوگئیں اور میں اٹھ کر رفع حاجت کے لئے گئی اور جب پلٹنے لگی تو قیام گاہ کے قریب پہنچ کر مجھے محسوس ہوا کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا ہے۔ اسے تلاش کرنے میں دیر لگ گئی اور اتنے میں قافلہ روانہ ہوگیا۔ قاعدہ یہ تھا کہ میں کوچ کے وقت اپنے ہودے میں بیٹھ جاتی تھی اور چار آدمی اسے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ ہم عورتیں اس زمانے میں غذا کی کمی کے سبب بہت ہلکی پھلکی تھیں۔ میرا ہودہ اٹھاتے وقت لوگوں کو یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ میں اس میں نہیں ہوں۔ وہ بے خبری میں خالی ہودہ اونٹ پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب ہار لے کر واپس پلٹی تو وہاں کوئی نہ تھا۔ آخر اپنی چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئی اور دل میں سوچ لیا کہ آگے جا کر جب یہ لوگ مجھے نہ پائیں گے تو خود ہی ڈھونڈتے ہوئے آ جائیں گے۔ اس حالت میں مجھ کو نیند آ گئی۔ صبح کے وقت صفوان بن معطل سلمی اس جگہ سے گزرے جہاں میں سو رہی تھی اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیونکہ پردے کا حکم آنے سے پہلے وہ مجھے بارہا دیکھ چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے اونٹ روک لیا اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی یہاں رہ گئی ہیں۔ اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے فوراً اٹھ کر اپنے منہ پر چادر ڈال لی۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی، لا کر اپنا اونٹ میرے پاس بٹھا دیا اور الگ ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور وہ نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے۔ دوپہر کے قریب ہم نے لشکر کو جا لیا جبکہ وہ ابھی ایک جگہ جا کر ٹھہرا ہی تھا۔

اس پر عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے مجھ پر تہمت لگا دی۔ اس بہتان کی خبریں اڑیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہنچ گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے اور افواہوں کا یہ سلسلہ ایک مہینہ تک جاری رہا۔

منافقین کے علاوہ خود مسلمانوں میں سے جو لوگ اس فتنے میں شامل ہو گئے تھے ان میں مسطح بنؓ اثاثہ (جس کی والدہ میرے والد کی خالہ زاد بہن تھی) حسان بن ثابت (شاعر اسلام) اور حمنہؓ بن جحش (حضرت زینب کی بہن) کا نمایاں حصہ تھا۔

یہ سن کر میرا خون خشک ہو گیا اور میں بیمار پڑ گئی۔ ایک ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے میری برأت کا اعلان فرمایا گو میں اپنے متعلق سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ میری برأت کا اعلان فرمائے گا جو قیامت تک پڑھی جائے گی۔

(تفہیم القرآن ۳/ ۳۱۱۔۳۱۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالکلام آزاد نے اس واقعہ سے متعلق ایک اصولی بحث کی طرف اشارہ کیا ہے، مولانا لکھتے ہیں کہ

جنگ کے زمانہ پُر آشوب بالخصوص فن روایت کے اختلال و بے اثری کا ایک ایسا عہد مشئوم ہوتا ہے جب تاریخ وقائع نگاری کی حیثیت بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔ نفس انسانی کی کمزوریاں پوری طرح کام کرنے لگتی ہیں اور فن روایت اس عہد میں آ کر بالکل بے کار رہ جاتا ہے۔ محدثین اسلام نے اگرچہ ان روایتوں کے متعلق کوئی جدید قاعدہ وضع نہیں کیا بلکہ جرح و تعدیل کے جو عام اصول ہیں، انہی کو ان روایتوں کا بھی معیار بنایا ہے لیکن قرآن مجید نے ان روایتوں کی طرف خاص اعتناء کیا ہے اور ان کے قبول کرنے سے جابجا ممانعت کی ہے۔ جن روایتوں میں کسی فریق کے بغض و انتقام کی علانیہ جھلک نظر آتی ہے، ان کے متعلق قرآن نے عام حکم دے دیا کہ ان روایتوں کی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ اس قسم کے موقعوں پر راویوں کی ثقاہت اور عدم ثقاہت سے کوئی بحث نہیں کرنی چاہئے بلکہ سننے کے ساتھ ہی شدت سے انکار کر دینا چاہئے۔

چنانچہ منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو متہم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ذرائع سے اس کی تحقیق کی۔ جب اس پر بھی تسکین نہ ہوئی تو ایک مہینے تک وحی کا انتظار کیا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت میں دس آیتیں نازل فرمائیں۔ ایک آیت نمبر یعنی ۱۲ میں اس روایت کی تحقیق پر اظہارِ عتاب بھی فرمایا (تم لوگوں نے اس واقعے کے سننے کے ساتھ ہی محض اعتمادِ نفس کی بنا پر اور اپنے ساتھ نیکی کا گمان کر کے یہ کیوں نہیں کہہ دیا، یہ تو کھلی ہوئی تہمت ہے) جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک فریق کی خبا نلاق اور دوسرے کی طہارتِ نفس کا اثر بھی روایتوں پر پڑتا ہے۔ چونکہ زمانہ جنگ میں اس قسم کے خبیثانہ اخلاق کے نتائج کا ظہور ہوتا رہتا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لئے اس قسم کی روایتوں کے متعلق کسی قسم کی تحقیق وتفتیش کی ضرورت ہی نہیں، اصلاً اس پر کان نہیں دھرنا چاہئے۔

(ترجمان القرآن ۳/۱۰)

مستشرقین مغرب نے واقعہ افک پر اپنی اسلام دشمنی میں عجیب وغریب تاریخی اور ادبی غلطیاں کی ہیں۔ سر ولیم میور نے اس واقعہ کے متعلق اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت فراہم کیا ہے لیکن اصل الزام کے بطلان سے ان کو بھی انکار نہیں۔

ولیم میور لکھتا ہے۔

ان کی (حضرت عائشہؓ کی) ماقبل و مابعد کی زندگی ہم کو بتاتی ہے کہ وہ اس جرم سے بالکل بے گناہ تھیں۔

(سیرتِ عائشہؓ از سید سلیمان ندویؒ ص ۱۰۵)

اسلام اور جزیہ

قرآن مجید ہدایت اور دعوت کی کتاب ہے۔ حکمت وموعظت کی کتاب ہے۔ کتاب جنگ اور کتاب قتال نہیں ہے۔ جنگ اور قتال اسلام کے لئے ایک ناخوشگوار فریضہ ہے جو ناگزیر حالات میں اسلام کو اختیار کرنا پڑتا ہے اس لئے جو اہل علم و اہل قلم قرآن مجید کی اس بنیادی حیثیت اور اساسی صنعت کو سمجھتے ہیں وہ اسلام کے سیاسی احکام میں بھی جارحانہ اسلوب اختیار کرنے کے بجائے داعیانہ اور حکیمانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔

جزیہ کے بارے میں مفسرین کرام نے مختلف انداز میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ جزیہ کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت آئی ہے۔

قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صاغرون. (التوبہ ۲۹)

ان لوگوں سے لڑو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے نہ دین حق کو قبول کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہوکر خود اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

جزیہ کے بارے میں علمائے کرام نے جو تعریف کی ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف

جزیہ ایک متعین رقم ہے جو سالانہ ایسے غیر مسلموں سے لی جاتی ہے جو کسی اسلامی سلطنت میں رہائش پذیر ہوں۔اس کے بدلے میں ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمے داری اسلامی مملکت کی ہوتی ہے۔ (احسن البیان ص ۵۱۶)

مولانا محمد صادق خلیل

الجزیہ۔اسلامی ریاست کا وہ ٹیکس جو ادا کر کے ذمی ان تمام حقوق کو حاصل کر لیتا ہے جو مسلمان شہری کو حاصل ہیں۔مزید برآں جزیہ دینے والا جہاد کی ذمہ داریوں سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔

(اصدق البیان ج ۳ ص ۴۶۷)

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی

جزیہ کے لفظی معنی بدلے اور جزا کے ہیں۔اصطلاح شرع میں اس سے مراد وہ رقم ہے جو کفار کے قتل کے بدلہ میں لی جاتی ہے۔وجہ یہ ہے کہ کفر وشرک اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بغاوت ہے جس کی اصل سزا قتل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ان کی سزا میں یہ تخفیف کر دی کہ اگر وہ اسلامی حکومت کی رعیت بن کر عام اسلامی قانون کے ماتحت رہنا منظور کریں تو ان سے ایک معمولی رقم جزیہ کی لے کر چھوڑ دیا جائے اور اسلامی مملکت کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے ان کے جان و مال، آبرو کی حفاظت اسلامی حکومت کے ذمہ ہوگی۔ان کی مذہبی رسوم میں کوئی مزاحمت نہ کی جائے۔اسی رقم کو جزیہ کہا جاتا ہے۔

(معارف القرآن ج ۴ ص ۳۶۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمان کیلانی

جزیہ ان غیر مسلم اقوام سے لیا جاتا ہے جو اسلام قبول نہ کرنا چاہتے ہوں۔ خواہ یہ مسلمانوں کی مفتوحہ قوم ہو یا کسی اسلامی ریاست میں بطور ذمی رہتی ہوں جسے آج کی زبان میں اقلیت کہا جاتا ہے۔ مسلمانوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے جس کی شرح مقرر ہے لیکن غیر مسلم قوم پر زکوٰۃ کے بجائے جزیہ کی ادائیگی لازم ہوتی ہے اور اس کی شرح میں اس قوم کی مالی حیثیت کے مطابق کمی بیشی کی جاسکتی ہے اور یہ سب رقوم سرکاری بیت المال میں جمع ہوتی ہے۔ اسلامی حکومت اس جزیہ کے عوض اس قوم کی دفاعی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیتی ہے اور انہیں اپنے مذہبی افعال کی ادائیگی کی پوری اجازت دی جاتی ہے مگر اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ اسلام پر کیچڑ اچھالیں یا اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کریں۔ اگر کسی وقت مسلمان غیر مسلموں پر سے دفاعی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرسکیں تو انہیں جزیہ کی رقم واپس دینا ہوگی۔ (مسلمانوں کی تاریخ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔)

(تیسیر القرآن ج ۲ ص ۱۹۸)

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی

جزیہ اس مال کو کہتے ہیں جو اہل کتاب اور دیگر کفار سالانہ مسلمانوں کو اس عوض میں دیتے ہیں کہ مسلمان ان سے قتال نہیں کریں گے اور مسلمانوں کے درمیان انہیں رہنے کی اجازت دی جائے گی۔ ان کی جانیں اور ان کا مال محفوظ رہے گا اور اس کی مقدار مالدار، متوسط اور فقیر کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی ہے جس کا تعین مسلمان حاکم یا اس کا نمائندہ کرے گا۔

علمائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے لیا جائے گا یا دوسرے کافروں سے بھی۔ ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ، سفیان ثوریؒ کا خیال ہے کہ اہل کتاب کے علاوہ کسی سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ لوگ مجوس کو بھی اہل کتاب میں شمار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ہجر'' کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا اور مالک اور اوزاعی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رائے ہے کہ تمام کافروں سے جزیہ لیا جائے گا۔

(تیسیر الرحمان البیان القرآن ج ا ص ۵۶۱)

مولانا سید مودودیؒ

جزیہ بدل ہے اس امان اور اس حفاظت کا جو ذمیوں کو اسلامی حکومت میں عطا کی جائے گی۔ نیز وہ علامت ہے اس امر کی کہ یہ لوگ تابع امر بننے پر راضی ہیں۔

یہ جزیہ وہ چیز ہے جس کے لئے بڑی بڑی معذرتیں انیسویں صدی کے دور مذلت میں مسلمانوں کی طرف سے پیش کی گئی ہیں اور اس دور کی یادگار کچھ لوگ اب بھی موجود ہیں جو صفائی دینے میں لگے ہوئے ہیں لیکن خدا کا دین اس سے بہت بالاتر ہے کہ اسے خدا کے باغیوں کے سامنے پیش کرنے کی کوئی حاجت ہو۔

جزیہ آخر کس چیز کی قیمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس آزادی کی قیمت ہے جو انہیں اسلامی اقتدار کے تحت اپنی گمراہیوں پر قائم رہنے کے لئے دی جاتی ہے اور اس قیمت کو اس صالح نظامِ حکومت کے نظم و نسق میں صرف ہونا چاہئے جو انہیں اس آزادی کے استعمال کی اجازت دیتا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۱۸۸)

مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا آزاد فرماتے ہیں

حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صاغرون.

یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے اٹھا کر جزیہ دے دیں اور ان کا گھمنڈ ٹوٹ چکا ہو۔ نہ صرف عربی زبان میں بلکہ تقریباً ہر زبان میں یہ محاورہ موجود ہے کہ کسی چیز کو خود اپنے ہاتھ سے دے دینا رضامندی سے دینا لینا ہے مثلاً اردو میں کہیں گے۔

"تم اپنے ہاتھ سے اٹھا کر جو دے دو گے، ہم لے لیں گے۔"

یعنی اپنی خوشی سے جو کچھ دے دو، وہی ہمارے لئے بہت ٹھیک ہے۔ ٹھیک یہی مطلب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربی میں بھی اس ترکیب کا ہوتا ہے۔ پس خطاب یہ ہوا کہ وہ اپنی خوشی سے جزیہ دینا منظور کر لیں اور ان کا گھمنڈ اور ظلم جس نے انسان کے امن و راحت کو خطرہ میں ڈال دیا تھا، باقی نہ رہے۔[1]

عربی میں جزیہ خراج کے معنی میں بھی بولا گیا ہے جو اراضی سے وصول کیا جاتا ہے اور ٹیکس کے لئے بھی۔ جو اشخاص پر عائد ہوتا ہے۔ ایران اور روم میں اس طرح کے ٹیکس لئے جاتے تھے اور عرب کے جن حصوں نے ان کی باج گزاری منظور کر لی تھی وہ اس طرح کے ٹیکسوں سے آشنا ہو گئے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ نجران (یمن) کے عیسائیوں کا جب وفد آیا تو اس نے خود ہر بات پیش کی کہ ہم مسلمان تو نہیں ہوتے لیکن اطاعت قبول کر لیتے ہیں۔ آپؐ ہم پر جزیہ مقرر کر دیں۔ غالباً یہ جزیہ لینے کا پہلا واقع ہے جو تاریخ اسلام میں پیش آیا۔ اس کے بعد بحرین کے یہودیوں اور مجوسیوں سے جزیہ لیا گیا۔

یہاں ''جزیہ'' لینے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اگرچہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ذکر میں آیا لیکن اصلاً حکم تمام غیر مسلموں کے لئے ہے جو اسلامی حکومت کے ماتحت رہنا قبول کر لیں چنانچہ صدر اول سے لے کر آخر تک تمام اسلامی حکومتوں کا عمل اسی پر رہا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا اور صحابہ کرامؓ نے صابیوں سے لیا اور خلفاء بنو امیہ و عباسیہ کا سندھ کے ہندوؤں اور پیروانِ بدھ سے لینا معلوم ہے۔

البتہ عرب کے غیر مسلموں کے بارے میں اختلاف ہوا اور امام ابو حنیفہؒ اور قاضی ابو یوسفؒ اس طرف گئے ہیں کہ ان پر جزیہ پر مصالحت نہیں ہو سکتی لیکن اس بارے میں صحیح مذہب جمہور ہی کا ہے یعنی عرب و عجم کی کوئی تفریق نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا عرب کے غیر مسلموں سے جزیہ لینا ایک مسلم واقعہ ہے۔

---

[1] امام شافعی نے کتاب الام میں تصریح کی ہے۔

سمعت من اهل العلم يقولون الصغار ان يجرى عليهم حكم الاسلام

''میں نے اہل علم سے سنا ہے کہ وہم صاغرون کا مطلب یہ ہے کہ ان پر اسلامی حکومت کے قوانین جاری ہو جائیں یعنی وہ اسلامی حکومت کے قوانین کے آگے جھک جائیں۔ (ترجمان القرآن ۲/۱۲۲ حاشیہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باقی رہے مشرکین عرب تو ان کا سوال عملاً پیدا ہی نہیں ہوا کیونکہ سورۃ برأت (توبہ) کے نزول کے بعد تمام مشرکین عرب مسلمان ہو چکے تھے اور حکمت الٰہی کا فیصلہ یہی تھا کہ جاہلیت عرب کا شرک پھر یہاں سر نہ اٹھائے۔

قرآن نے غیر مسلموں سے جزیہ لینے کا حکم کیوں دیا۔ اس لئے کہ حق وانصاف کا مقتضا یہی تھا اور اس کے لئے وہ چاہتا تھا، مسلمانوں کے نظامِ حکومت میں غیر مسلموں پر اتنا بوجھ نہ ڈالا جائے جتنا بوجھ مسلمانوں کو اٹھانا پڑے گا۔

اسلام نے مسلمانوں پر جنگی خدمت فرض کر دی تھی یعنی آج کل کی اصطلاح میں فوجی قانون جبری تھا اور اس لئے ضروری تھا کہ جو غیر مسلم اسلامی حکومت کے تحت شہری زندگی بسر کریں۔ وہ بھی ملک کی حفاظت کے لئے جنگ میں شریک ہوں۔

لیکن اسلام نے اسے انصاف کے خلاف سمجھا کہ اس بارے میں غیر مسلموں پر جبر کیا جائے۔ اس نے یہ بات ان کی مرضی پر چھوڑ دی اور کہا اگر خود اپنی خوشی سے چاہو تو جنگی خدمات میں مسلمانوں کی طرح شریک ہو، نہ شریک ہونا چاہو تو اس کے بدلے ایک سالانہ رقم ادا کر دیا کرو۔ یہی رقم تھی جو غیر مسلموں کے لئے جزیہ ہوئی۔

فی الحقیقت انسان کے عقائد و جذبات کی آزادی کا یہ ایسا اعتراف تھا جس کا اس عہد میں کوئی دوسری قوم تصور نہیں کر سکتی تھی۔ جنگ کے لئے نکلنا اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ لینا ہے۔ مسلمان مسلمانوں کو اس لئے مجبور کر سکتے ہیں لیکن انہیں کیا حق ہے کہ غیر مسلموں کو اس کے لئے مجبور کریں۔

چنانچہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں غیر مسلموں کو جو سرکاری فرامین دیئے گئے، ان میں ہم صاف صاف اس کی تصریح پاتے ہیں، جو فوج میں شریک ہوگا، اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ بعض فرمانوں میں یہاں تک سہولت دی گئی ہے کہ اگر عام طور پر شریک نہیں ہوتے۔ صرف ایک برس شریک ہو گئے تو اس برس کی رقم معاف ہو جائے گی۔ طبری نے تاریخ میں اور بلاذری نے فتوح البلدان میں یہ فرامین نقل کئے ہیں۔

یہ تو پہلی علت ہوئی۔ دوسری علت کا یہ حال ہے کہ اسلام نے مسلمانوں پر کئی طرح کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹیکسوں کا بوجھ ڈال دیا تھا۔ زکوٰۃ انہیں ادا کرنی چاہئے۔ عام صدقات وخیرات میں انہیں حصہ لینا چاہئے۔ جنگ پیش آ جائے تو اس کا بوجھ بھی اٹھانا چاہئے۔ پس ضروری تھا کہ غیر مسلم رعایا پر بھی ایسا بوجھ ڈالا جاتا کیونکہ جہاں تک آزادی وحقوق کا تعلق ہے، ان میں اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں کیا گیا تھا لیکن اسلام نے ایسا نہیں کیا۔ غیر مسلموں کو حقوق تو مسلمانوں کی طرح دیئے لیکن مالی بوجھ مسلمانوں کی طرح نہیں ڈالا۔ ان تمام ٹیکسوں کے بدلے جو مسلمانوں پر عائد کئے گئے تھے، صرف ایک ہی ٹیکس کی ادائیگی ضروری ٹھہرائی یعنی جزیہ کی۔ اور وہ بھی انہیں معاف کر دیا جو فوجی خدمت کے لئے تیار ہو جائیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فی الحقیقت غیر مسلموں کے لئے کوئی بوجھ بھی نہ رہا اور حقوق سب کے سب رہے یعنی اگر ایک غیر مسلم ذمی فوجی خدمت سے انکار نہ کرے (جو خود اسی کے وطن کی حفاظت کے لئے ہوگی) تو وہ اسلامی حکومت کے آزادی و حقوق کی ٹھیک ایسی ہی زندگی بسر کرے گا جیسی ایک مسلمان بسر کر سکتا ہے لیکن مسلمان کی طرح اسے کوئی ٹیکس ادا نہیں کرنا پڑے گا۔

کیا اس طرزِ عمل کی کوئی دوسری نظیر تاریخ عالم میں پیش کی جا سکتی ہے۔

جہاں تک غیر مسلموں کے مذہبی، معاشرتی اور شہری حقوق کا تعلق ہے، موسیو لیبان کا یہ قول کفایت کرتا ہے کہ:

> ''اسلامی حکومت کے ماتحت غیر مسلم ذمیوں کو وہ سب کچھ حاصل تھا جو کسی قوم کو حاصل ہو سکتا ہے، البتہ صرف ایک بات کا حق نہ تھا یعنی وہ خلیفہ نہیں ہو سکتے تھے۔'' (ترجمان القرآن ۲/۱۲۲۔۱۲۳)

زکوٰۃ کا نظم شرعی

مولانا آزاد نے سورۃ توبہ کی تفسیر میں زکوٰۃ کے نظم شرعی پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں۔

> قرآن نے زکوٰۃ کا معاملہ ایک خاص نظام سے وابستہ کر دیا ہے اور اسی نظام کے قیام پر اس کے تمام مقاصد ومصالح کا حصول موقوف ہے۔ زکوٰۃ ایک ٹیکس ہے بالکل اسی طرح کا ٹیکس جس طرح آج کل انکم ٹیکس وصول کیا جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس کی ادائیگی کا طریقہ یہ نہ تھا کہ ہر شخص خود ہی اپنا ٹیکس نکالے اور خود ہی خرچ کر ڈالے بلکہ یہ تھا کہ حکومت اپنے کلکٹروں کے ذریعہ ہر شخص سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرے اور پھر ضروریاتِ وقت کے مطابق جس مصرف کو مقدم سمجھے، اس میں خرچ کرے۔ جب ایک شخص نے حکومت کے مقرر کردہ عامل کو اپنی زکوٰۃ دے دی۔ اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی چنانچہ اسی لئے کلکٹروں اور عاملوں کی تنخواہ کا بار بھی اسی فنڈ پر ڈال دیا اور صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ **والعاملین علیھا** جو کارندے وصولی کے لئے مقرر ہوں، ان کے ضروری مصارف۔ اگر ادائیگی کے لئے یہ بات ضروری نہ ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ مصارف کی مد میں مستقلاً عمالِ حکومت کا ذکر کیا جاتا۔

اور پھر یہی وجہ ہے کہ صاف صریح لفظوں میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اس باب میں عمالِ حکومت کی اطاعت کریں اور بلا عذر زکوٰۃ ان کے حوالہ کر دیں۔ حتیٰ کہ اگر عمال ظالم ہوں یا بیت المال کا روپیہ ٹھیک طور پر خرچ نہ ہو رہا ہو جب بھی اصلاحِ حال کی جا سکتی ہے۔ سعی کے ساتھ ادائیگی کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے۔ یہ نہیں کرنا چاہئے کہ زکوٰۃ بطور خود خرچ کر ڈالی جائے۔ بشیرؒ بن خصاصہ کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا۔

ان قوما من اصحاب الصدقة یعتدون علینا ۔عمال کا ایک گروہ صدقہ لینے میں ہم پر زیادتیاں کرتا ہے۔ کیا اس کا مقابلہ کریں۔ فرمایا نہیں۔ (سنن ابوداؤد)

سعدؒ بن وقاص کی روایت میں صاف صاف موجود ہے۔

اِدْفَعُوْا الیھم ماصلوا ۔ جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ انہیں دیتے رہو۔

بنو امیہ کے زمانہ میں جب نظامِ خلافت بدل گیا اور حکام ظلم و تشدد پر اتر آئے تو بعض لوگوں کو خیال ہوا، ایسے لوگ ہماری زکوٰۃ کے کیوں امین سمجھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائیں لیکن تمام صحابہ نے یہی فیصلہ کیا کہ زکوٰۃ انہی کو دینی چاہئے، یہ کسی نے نہیں کہا کہ خود اپنے ہاتھ سے خرچ کر ڈالو، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا، اب زکوٰۃ کسے دیں؟ کہا، وقت کے حاکموں کو، اس نے کہا۔

اذا یتخذون بھا ثیابا و طیبا. وہ تو زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کپڑوں اور عطروں پر خرچ کر ڈالتے ہیں۔

فرمایا۔ ''وان'' اگر چہ ایسا کرتے ہوں، مگر دو انہی کو (ابن ابی شیبہ) کیونکہ زکوٰۃ کا معاملہ بغیر نظام کے قائم نہیں رہ سکتا۔

صدر اول سے لے کر آخر عہد عباسیہ تک یہ نظام بالاستثناء قائم رہا لیکن ساتویں ہجری میں جب تاتاریوں کا سیلاب تمام اسلامی ممالک میں امنڈ آیا اور نظامِ خلافت معدوم ہو گیا تو سوال پیدا ہوا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ فقہاء حنفیہ کے مطابق جس قدر شروح ومتون اور کتب فتاویٰ آج کل متداول ہیں، زیادہ تر اسی دور میں یا اس کے بعد لکھے گئے ہیں۔ اس وقت پہلے پہل اس بات کی تخم ریزی ہوئی کہ زکوٰۃ کی رقم بطور خود خرچ کر ڈالی جائے کیونکہ غیر مسلم حاکموں کو نہیں دی جا سکتی مگر ساتھ ہی فقہاء نے اس پر بھی زور دیا کہ جن ملکوں میں اسلامی حکومت قائم نہیں رہی ہے اور اعادۂ حالت فوراً ممکن نہیں۔ وہاں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ کسی اہل مسلمان کو اپنا امیر مقرر کر لیں تا کہ اسلامی زندگی کا نظام قائم رہے، معدوم نہ ہو جائے۔

لیکن افسوس ہے کہ بعد کو بتدریج اس نظام کی اہمیت سے مسلمان غافل ہو گئے اور رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ لوگوں نے سمجھ لیا، زکوٰۃ نکالنے کا معاملہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ خود حساب کر کے ایک رقم نکال دیں اور پھر جس طرح چاہیں، خود ہی خرچ کر ڈالیں۔ حالانکہ جس زکوٰۃ کی ادائیگی کا قرآن نے حکم دیا ہے، اس کا قطعاً یہ طریقہ نہیں ہے اور مسلمانوں کی جو جماعت اپنی زکوٰۃ کسی امین زکوٰۃ یا بیت المال کے حوالے کرنے کی جگہ خود ہی خرچ کر ڈالتی ہے، وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیدہ دانستہ حکم شریعت سے انحراف کرتی ہے اور یقیناً عنداللہ اس کے لئے جوابدہ ہوگی۔

اگر کہا جائے کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم نہیں، اس لئے مسلمان مجبور ہو گئے اور انفرادی طور پر خرچ کرنے لگے تو شرعاً وعقلاً یہ عذر مسموع نہیں ہوسکتا۔ اگر اسلامی حکومت کے فقدان سے جمعہ ترک نہیں کر دیا گیا جس کا قیام امام وسلطان کی موجودگی پر موقوف تھا تو زکوٰۃ کا نظام کیوں ترک کر دیا جائے۔ کس نے مسلمانوں کے ہاتھ اس سے باندھ دیئے تھے کہ اپنے اسلامی معاملات کے لئے ایک امیر منتخب کر لیں یا ایک مرکزی بیت المال پر متفق ہو جائیں یا اقلاً ویسی ہی انجمنیں بنالیں جیسی انجمنیں بے شمار ضروری باتوں کے لئے بلکہ بعض حالتوں میں بدع ومحدثات کے لئے انہوں نے جابجا بنالی ہیں۔

اسلام نے اجتماعی زندگی کا ایک پورا نقشہ بنایا تھا، جہاں اس کے چند خانے بگڑے، سمجھو پورا نقشہ بگڑ گیا چنانچہ اس ایک نظام کے فقدان نے مسلمانوں کی پوری اجتماعی زندگی مختل کر دی ہے۔ لوگ اصلاح کے لئے طرح طرح کے ہنگامے بپا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انجمنوں اور قومی چندوں کے ذریعہ وقت کی مشکلوں اور مصیبتوں کا علاج ڈھونڈ نکالیں گے حالانکہ مسلمانوں کے لئے اصلی سوال یہ نہیں ہے کہ کوئی نیا طریقہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اپنے گم گشتہ طریقہ کا کھوج لگائیں۔

درازیِ شب و بیداری من ایں ہمہ نیست
زبخت من خبر آرید تا کجا خفتست

اگر محض دولت مند افراد کے عطیوں اور قومی انجمنوں کے نظام سے قوم کا اقتصادی مسئلہ حل ہوسکتا تو آج یورپ اور امریکہ سے بڑھ کر کون ہے جو ان باتوں کا انتظام کرسکتا ہے لیکن معلوم ہے کہ ان کا کوئی قومی فنڈ اور کوئی قومی نظام بھی نچلے طبقوں کی بیکاری اور متوسط طبقہ کا افلاس روک نہ سکا اور اب اجتماعی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ کا ہلاکت آفرین خطرہ ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ اصل یہ ہے کہ افراد کی وقتی فیاضیاں کتنی ہی زیادہ ہوں، قوم کی اجتماعی زندگی کے قیام کے لئے کبھی کفیل نہیں ہوسکتیں۔ اس صورتِ حال کا علاج صرف وہی ہے جو اسلام نے تیرہ سو برس پہلے تجویز کیا تھا، یعنی قانون سازی کے ذریعہ قوم کی پوری کمائی کا ایک خاص حصہ کمزور افراد کی خبر گیری کے لئے مخصوص کر دینا کہ

توخذ من اغنیاھم فترد نی فقرانھم اور کی لایکون دولة بین الاغنیاء منکم۔

بہرحال یہ بات یاد رہے کہ زکوٰۃ کی نوعیت عام خیرات کی سی نہیں ہے بلکہ یہ اپنے پورے معنوں میں ایک انکم ٹیکس ہے جو اسلامی حکومت نے ہر کمانے والے فرد پر لگا دیا بشرطیکہ اس کی کمائی اس کی ذاتی ضروریاتِ زندگی سے زیادہ ہو۔ موجودہ زمانے کے انکم ٹیکسوں میں اور اس میں صرف دو باتوں کا فرق ہے۔ ایک یہ کہ اپنی نوعیت میں یہ زیادہ وسیع ہے یعنی صرف کاروبار کی گھٹتی بڑھتی آمدنی ہی پر عائد نہیں ہوتا بلکہ اندوختہ پر بھی واجب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس مال کی کوئی نئی آمدنی نہ ہوتی ہو۔ نیز اس طرح کی تمام ملکتیں بھی اس میں داخل ہیں جو بڑھنے کی استعداد رکھتی ہوں مثلاً مویشی۔ دوسری یہ کہ مقصد کے لحاظ سے یہ ایک خاص مصرف رکھتا ہے جس کی مختلف صورتیں متعین کر دی گئی ہیں۔ اسٹیٹ کو حق حاصل نہیں کہ ان مصارف کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرے۔

قرآن نے یہودیوں کی اس گمراہی کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے احکامِ شرعی کی تعمیل سے بچنے کے لئے شرعی حیلے نکال لئے تھے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں میں بھی اس گمراہی نے سر اٹھایا حتیٰ کہ حیلہ کا معاملہ کتب فقہ کا ایک مستقل باب بن گیا۔ ازاں جملہ ایک حیلہ زکوٰۃ کے باب میں بھی مشہور ہے طریقہ اس کا یہ بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص زکوٰۃ سے بچنا چاہے، وہ کسی آدمی سے بخش دینے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بخشوا لینے کا فرضی معاملہ کر لے اور قبل اس کے کہ برس پورا ہو، اپنا تمام مال اس کے نام ہبہ کر دے پھر وہ برس ختم ہونے سے پہلے وہی مال اس کے نام ہبہ کر دے گا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ دونوں پر سے باوجود مالدار ہونے کے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی مثلاً شوہر نے اپنی بیوی سے رجب کے مہینے میں کہہ دیا کہ میں نے اپنا مال تجھے ہبہ کر دیا۔ اس نے کہا، قبول۔ اب شوہر پر زکوٰۃ نہیں رہی کیونکہ قبل اس کے کہ سال تمام ہو، وہ صاحب نصاب نہ رہا، البتہ بیوی پر پڑ گئی بشرطیکہ بارہ مہینے گزر جائیں گے لیکن وہ بارہ مہینے کیوں گزرنے دے گی۔ وہ جمادی الاولیٰ میں شوہر سے کہہ دے گی، میں نے تمام مال اب تمہیں ہبہ کر دیا۔ اس طرح اس نیک بخت پر سے بھی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

قصہ کوتہ گشت ورنہ درد سر بسیار بود

لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اب احکام شرع کی تعمیل میں اس طرح کی حیلہ بازیاں نکالنی فسق وضلالت کا انتہائی مرتبہ ہے اور جو شخص اس طرح کی مکاریاں کر کے احکامِ الٰہی سے بچنا چاہتا ہے، اس کی معصیت ان لوگوں سے بدرجہا زیادہ ہے جو سیدھی سادھی طرح ترکِ اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ بات ایک شخص سے جرم ہو گیا محض جرم ہے۔ مگر یہ بات کہ ایک شخص جرم کو بے جرمی و پاک عملی بنا کر کرتا ہے، صرف جرم ہی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور صرف اس کی عملی زندگی ہی کو نہیں بلکہ ایمان وفکر کو بھی تاراج کر دینے والا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جونہی اس طرح کے حیلوں کا چرچا پھیلا، تمام سلف امت نے اس پر انکارِ عظیم کیا اور ائمہ فقہاء میں کوئی نہیں جس نے انہیں جائز رکھا ہو۔

ایک اور غلط فہمی اس باب میں یہ پھیل گئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں اپنے مفلس رشتہ داروں کی خبر گیری کا یہی طریقہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقوم سے ان کی مدد کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ غیروں سے پہلے اپنے محتاج رشتہ داروں کی خبر لے اور قرآن نے صدقات و خیرات کے معاملہ میں جو اصلاحات کی ہیں من جملہ ان کے ایک بڑی اصلاح یہ ہے کہ رشتہ داروں کی اعانت کو بھی خیرات قرار دے دیا بلکہ خیرات کا سب سے پہلا اور بہتر مصرف **قل ما انفقتم من خیر فللوالدین و الاقربین** (۲۔۲۱۵) لیکن زکوٰۃ جو خیرات کی ایک خاص قسم ہے، اس لئے واجب نہیں کی گئی ہے کہ لوگ خیرات کی دوسری قسموں سے ہاتھ روک لیں اور اپنے محتاج رشتہ داروں کی مدد کا بوجھ بھی اسی پر ڈال دیں۔ زکوٰۃ وہی دے گا جو صاحب استطاعت ہو اور اگر ایک شخص جو خوشحال ہے اور اس کے رشتہ دار تنگی محتاجی میں مبتلا ہو گئے ہیں تو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے اس کا فرض ہے کہ ان کی خبر گیری کرے۔ اگر نہیں کرے گا تو یقیناً عنداللہ جوابدہ ہوگا کیونکہ صلہ رحمی کا حق خدا کا ٹھہرایا ہوا حق ہے۔

واتقوا اللہ الذی تسالون بہ والارحام (۴۔۱) بلاشبہ اس کی یہ خبر گیری اس کے لئے خیرات کا بہترین عمل ہوگی لیکن خبر گیری ہر حال میں اس کا اسلامی فرض ہے۔ یہ طریقہ کسی حال میں بھی شرعی نہیں ہو سکتا کہ باوجود خوشحال ہونے کے اپنے رشتہ داروں کو فقر و فاقہ میں چھوڑ دیا جائے پھر اگر کچھ دیا بھی جائے تو اسے زکوٰۃ کی مد میں شمار کر لیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے کوئی خاص اسلامی عمل ہی ترک نہیں کر دیا ہے بلکہ ان کی پوری زندگی غیر اسلامی ہو گئی ہے۔ ان کی فکری حالت غیر اسلامی ہے۔ ان کی عملی رفتار غیر اسلامی ہے، ان کا دینی زاویۂ نگاہ غیر اسلامی ہو گیا ہے۔ وہ اگر اسلامی احکام پر عمل بھی کرنا چاہتے ہیں تو غیر اسلامی طریقہ سے اور یہ دینی تنزل کی انتہا ہے۔

فما لھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا۔

ایک عام اور سب سے زیادہ مہلک غلط فہمی یہ پھیل گئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ دینے کے بعد انفاق وخیرات کے اور تمام اسلامی فرائض ختم ہو جاتے ہیں جہاں ایک شخص نے رمضان میں اٹھنیوں اور روپوں کی پڑیاں باندھ کر تقسیم کے لئے رکھ دیں۔ سال بھر کے لئے اسے ہر طرح کے انسانی واسلامی تقاضوں سے چھٹی مل گئی۔

حالانکہ ایسا سمجھنا یک قلم اسلام کو بھلا دینا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو جس طرح کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی ہے، وہ محض اپنی اور اپنے بیوی بچوں کے پیٹ ہی کی زندگی نہیں ہے بلکہ منزلی، خاندانی، معاشرتی، جماعتی اور انسانی فرائض کی ادائیگی کی ایک پوری آزمائش ہے اور جب تک ایک انسان اس آزمائش میں پورا نہیں اترتا، اسلامی زندگی کی لذت اس پر حرام ہے۔

اس پر اس کے نفس کا حق ہے، اس کے والدین کا حق ہے، رشتہ داروں کا حق ہے، بیوی بچوں کا حق ہے، ہمسایہ کا حق ہے، اور پھر تمام نوع انسانی کا حق ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اپنی استطاعت اور مقدور کے مطابق یہ تمام فرائض ادا کرے اور انہیں فرائض کی ادائیگی پر اس کی زندگی کی ساری دنیوی اور اخروی سعادتیں موقوف ہیں۔

واعبدوا اللہ و تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربی و الیتامی و المساکین و الجارذی القربی و الجارالجنب و الصاحب بالجنب و ابن السبیل و ما ملکت ایمانکم (۴۔۳۶)

یہ تمام فرائض ادا نہیں کئے جا سکتے جب تک کہ انفاق وخیرات کے لئے انسان کا ہاتھ کشادہ نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اعمال میں سے کسی عمل پر اتنا زور نہیں دیا جس قدر نماز اور انفاق پر اور منافقون کی سب سے بڑی پہچان اسی سورت میں یہ بتلائی کہ ان کی مٹھیاں بند رہتی ہیں، انفاق کے لئے کھلتی نہیں۔ **ویقبضون ایدیھم (۹۔۶۷)** اور اگر کچھ دیتے بھی ہیں تو مجبور ہو کر **ولا ینفقون الا وھم کارھون (۹۔۵۴)** اور مومنوں کی نسبت فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا و علانیۃ (۲۔۲۷۴) مومن وہ ہیں جن کا ہاتھ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ رات دن، پوشیدہ اور ظاہر، ہر حال میں یہ سرگرم انفاق رہتے ہیں۔ نیز فرمایا، یہ شیطانی خیال ہے کہ خرچ کرنے سے ہم محتاج ہو جائیں گے اور اس راہ میں بخل "فحش" ہے یعنی سخت قسم کی برائی اور اللہ انفاق کا حکم دے کر تمہیں مغفرت اور خوشحالی کی راہوں پر لگاتا ہے۔

الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء و اللہ یعدکم مغفرۃ منہ و فضلا. (۲۔۲۶۸)

پس یہ سمجھنا کہ جہاں سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ کا ٹیکس دے دیا، انفاق فی سبیل اللہ کے تمام مطالبات پورے ہو گئے، صریح قرآن کریم کی تعلیم سے اعراض کرنا ہے۔ زکوٰۃ تو ایک خاص قسم کا ٹیکس ہے اور ایک خاص مقصد کے لئے لگایا گیا ہے جو سال میں ایک مرتبہ دینا پڑتا ہے لیکن ہماری زندگی کا ہر چوبیس گھنٹہ ہم سے انفاق کا مطالبہ کرتا ہے اور اگر ہم اسلامی زندگی کا توشہ لے کر دنیا سے جانا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ حسب استطاعت اس کے تمام مطالبات پورے کریں۔

(ترجمان القرآن ۲/۱۳۲ تا ۱۳۵)

☆☆☆

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

نام کتاب	نام مصنف
۱۔ آثار ابوالکلام	قاضی عبدالغفارؒ
۲۔ احسن البیان	حافظ صلاح الدین یوسف
۳۔ اذکار آزاد	شیخ قمرالدین
۴۔ آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی بروایت ملیح آبادی	مولانا ابوالکلام آزادؒ
۵۔ آثار ونقوش	ڈاکٹر ابوسلیمان شاہجہان پوری
۶۔ اصدق البیان	مولانا محمد صادق خلیل
۷۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد	مولانا امداد صابریؒ
۸۔ باقیات ترجمان القرآن	سید اصغر بخاری
۹۔ ترجمان القرآن جلد اول ودوم	مولانا ابوالکلام آزادؒ
۱۰۔ ترجمان القرآن جلد سوم	مولانا ابوالکلام آزادؒ۔ مولانا محمد عبدہ الفلاح
۱۱۔ تذکرہ	مولانا ابوالکلام آزادؒ
۱۲۔ تیسیر القرآن	مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ
۱۳۔ تیسیر الرحمان لبیان القرآن	ڈاکٹر محمد لقمان سلفی
۱۴۔ تفہیم القرآن	مولانا سید مودودیؒ
۱۵۔ جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات	مولانا محمد مستقیم سلفی
۱۶۔ خطباتِ آزاد	مولانا ابوالکلام آزادؒ
۱۷۔ ذکر آزاد	مولانا عبدالرزاق ملیح آبادیؒ
۱۸۔ سید سلیمان ندوی (شخصیت وخدمات)	ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی
۱۹۔ سیرت عائشہؓ	مولانا سید سلیمان ندویؒ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ کچھ ابوالکلام کے بارے میں	مالک رام
۲۱۔ میر کارواں مولانا ابوالکلام آزاد	ڈاکٹر ریاض الرحمٰن شروانی
۲۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد ایک نادر روزگار شخصیت	مولانا غلام رسول مہر
۲۳۔ مولانا ابوالکلام آزاد (شخصیت علمی و عملی کارنامے)	مولانا سعید احمد اکبر آبادی
۲۴۔ معارف القرآن	مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی
۲۵۔ نقش آزاد	مولانا غلام رسول مہر

رسائل

الہلال	متفرق شمارے
البلاغ	۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء
معارف اعظم گڑھ	اکتوبر ۱۹۳۲ء

☆☆☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو

شمع رسالت کے پروانے، آسمان نبوت کے چمکتے ستارے، گلستان نبوت کے مہکتے پھول، آفتاب رسالت کی چمکتی فضا میں ور آغوش نبوت کی پروردہ ہستیاں، یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جن کی قدسی صفات کا تذکرہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں بھی پایا گیا۔ جن کے سینوں پر انوار رسالت براہ راست پڑے۔ جنہوں نے دین الٰہی کی سربلندی کے لیے اپنی ہر چیز راہ خدا میں لٹا دی۔ بلاشبہ ان کی سیرت کا ہر پہلو درخشاں اور ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

صحابہ کرامؓ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کو ترستے تھے آپ نے مرض الموت میں جب پردہ اٹھا کر دیکھا اور صحابہ کرامؓ کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسکرائے تو صحابہ کرامؓ میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں! ہم نے حضور ﷺ کے مکھڑے سے زیادہ حسین منظر نہیں دیکھا ہے۔

کچھ عاشقان رسولؐ ایسے بھی تھے جن کو اپنی آنکھیں اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ ایک صحابیؓ کی آنکھیں جاتی رہیں لوگ عیادت کو آئے تو کہنے لگے یہ آنکھیں تو مجھے اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی جب وہی نہ رہے تو اب ان آنکھوں کے جانے کا کیا غم ہے؟

کچھ صحابہؓ ایسے بھی تھے جنہوں نے روز روز کا جھگڑا ہی چکا دیا تھا۔ زندگی کا سب کاروبار چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے تھے۔ حضرت بلالؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپ کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا آپ کے گھر کا سب کام کاج حضرت بلالؓ ہی کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ ﷺ سفر کے لیے تشریف لے جاتے ساتھ ہو لیتے، آپ کو جوتیاں پہناتے آپ ﷺ کی جوتیاں اتارتے سفر میں آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان ہی کے پاس ہوتا تھا، اسی لیے آپ کو صحابہ کرامؓ سواد رسول ﷺ کہتے تھے یعنی حضورؐ کے میر ساماں۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ ﷺ کے مستقل خدمت گزار تھے آپ سفر پر جاتے تو پیدل آپ کے ساتھ ساتھ چلتے اور آپ ﷺ کی اونٹنی ہانکتے تھے۔

حضرت انسؓ کو ان کی والدہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت کے لیے بچپن ہی میں وقف کر گئی تھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی بارگاہ رسالت میں ہمیشہ حاضر رہے۔

دراصل یہی وہ چراغ ہیں جن سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے ظلمت کدے میں سیدھی راہ تلاش کی جا سکتی ہے۔

یہ کتاب صُوَرٌ مِنْ حَیَاۃِ الصحابہؓ کا اردو ترجمہ ہے جسے الاستاذ دکتور عبدالرحمن رافت پاشا نے محبت بھرے دلربا اسلوب میں تحریر کیا اور تاریخی واقعات کو نہایت ہی دلپذیر انداز میں قلم بند کیا۔ مطالعہ کرنے سے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اسے اردو میں منتقل کیا جائے تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے۔ محمود احمد غضنفر

یہ کتاب اپنے ہر قریبی بک سٹال یا ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں۔

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

E-Mail: nomania2000@hotmail.com